۹۹۱
مدیر
Acc No.
10874
O. U. L.

سلسلۂ تفسیرِ آیاتِ خلافت

تفسیر

آیتِ تطہیر

تبرّکات

مجدّد العصر، امامِ اہلسنّت حضرت مولانا

محمّد عبد الشکور صاحب فاروقی مجدّدی نوّر اللہ مرقدہٗ

ناشر:- محمّد عبد المہیمن فاروقی

ملنے کا پتہ:- صدیقیہ بک ایجنسی جھجتیا باغ مسیتا لین لکھنؤ ۳

قیمت ۲ روپیہ

شاہی پریس لکھنؤ

1-55

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ

G. U. L. Patna

GOVT. URDU LIBRARY PATNA
ACC. No. 10874
Date 23-2.80

تفسیر آیۂ تطہیر

ناشر

کتب خانہ صدیقیہ صحبتیا باغ لکھنؤ

مطبوعہ شاہی پریس لکھنؤ

قیمت ۱- ایک روپیہ

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

عرض ناشر

الحمد للہ کہ تفسیر آیات خلافت کے سلسلہ میں یہ چوتھا رسالہ ہدیۂ ناظرین ہے جسمیں روز روشن کیطرح دکھایا گیا ہی کہ اہلبیت زبانِ عرب میں زوجہ کو کہتے ہیں اور آیۂ تطہیر میں لفظ اہلبیت سے ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم مراد الٰہی ہیں انکے سوا نہ کوئی مراد ہی نہ ہو سکتا ہے اسکے ساتھ شیعوں کی تحریفات اور عصمت ائمہ کے متعلق انکے استدلال کا جواب بھی دیا گیا ہے اور اس آیت کے متعلق تحفۂ اثنا عشریہ کی عبارت نقل کرکے جوابات تحفہ کی حقیقت بھی دکھائی گئی ہے ؎

ناشر

محمد عبد المہیمن غفر لہٗ

عصمت ائمہ کے متعلق حضرات شیعہ کی پیش کردہ دوسری آیت

پہلی آیت کی تقریر جب میں لکھ چکا تو اتفاقاً بعض[1] اہل علم یہاں تشریف لائے اور اس تقریر کو دیکھ کر نہایت محظوظ ہوئے اور ساتھ ہی مجھ سے یہ اصرار کیا کہ آیت تطہیر کے متعلق بھی تجھے کچھ لکھنا چاہئے کیونکہ حضرات شیعہ کے زعم میں وہ آیت بھی عصمت پر دلیل صریح ہے اور بے موقع بے موقع اکثر شیعہ ناواقف سنیوں کے سامنے اس آیت کو پڑھ کر اپنے سکاندگی بہار دکھایا کرتے ہیں لہذا خدا کا نام لے کر اس آیت کی تقریر بھی لکھتا ہوں ایک مصلحت اس میں یہ بھی ہے کہ اس آیت کی تقریر صاحب قوت قدسیہ مصنف تحفہ اثنا عشریہ اعلی اللہ مقامہ نے بھی لکھی ہے اور اوراق میں شیعوں کے سلطان العلماء مولوی سید محمد صاحب مجتہد نے اس کے رد میں اپنا پورا زور دکھایا اور اپنے اسلاف کی تمام کمائی خرچ کردی ہے پس اس ذریعہ سے مجھے جوابات تحفہ کا ایک اور نمونہ پیش کرنے کا موقع مل جائے گا۔ وہ آیت یہ ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ترجمہ۔ اے اہل بیت

[1] مراد جناب مولوی حافظ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ساکن ایرایاں ضلع فتحپور دامت برکاتہم و دیگر حضرات ہیں ۱۲

(نبی) اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے رجس (یعنی ناپاکی) کو دور کرے اور تم کو پاک کرے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

سب سے پہلے اس آیت کا صحیح مطلب سمجھ لینا چاہیے۔

واضح ہو کہ عبارت مذکورہ پوری آیت نہیں ہے بلکہ ایک آیت کا ٹکڑا ہے جو نصف سے بھی کم ہے یہ ایک مسلسل مضمون ہے جس کا سلسلہ کئی آیت پہلے سے شروع ہوا ہے۔ اور ایک آیت کے بعد ختم ہوا ہے پس جب تک آگے پیچھے کی سب آیتیں نہ دیکھی جائیں۔ صحیح مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا لہذا وہ تمام آیتیں اس مقام پر نقل کی جاتی ہیں۔

یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا ٥ و ان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجرا عظیما ٥ ینساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضعف لھا

ترجمہ۔ اے نبی اپنی بیبیوں سے کہدو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ مال دیدوں اور اچھی طرح رخصت کردوں اور اگر تم اللہ کو اور اسکے رسول کو اور دار آخرت (کے عیش وعشرت) کو چاہتی ہو تو (جان لو کہ) بیشک اللہ نے تم میں سے نیکو کاروں کیلئے (آخرت میں بڑا اچھا) بدلہ تیار کر رکھا ہے اے نبی کی بیبیو جو کوئی تم میں سے صریح[1] بدکاری کا

[1] صریح کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ بعض برے کام ایسے ہوتے ہیں جن کی برائی صریح نہیں ہوتی ان کے ارتکاب پر یہ سزا نہ ہوگی برائی کے صریح ہونے کا یہ مطلب ہے کہ قرآن وحدیث میں زبانی اللہ پر)

العذاب ضعفین وکان ذلک علی
اللہ یسیرا ۝ ومن یقنت
منکن للہ ورسولہ وتعمل
صالحا نؤتھا اجرھا مرتین
واعتدنا لھا رزقا کریما ۝
یانساء النبی لستن کاحد
من النساء ان اتقیتن فلا
تخضعن بالقول فیطمع الذی
فی قلبہ مرض وقلن قولا
معروفا ۝ وقرن فی بیوتکن
ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ
الاولی واقمن
الصلوۃ واتین الزکوۃ
واطعن اللہ ورسولہ انما
یرید اللہ لیذھب عنکم
الرجس اھل البیت ویطھرکم
تطھیرا ۝ واذکرن

ارتکاب کرے گی تو اس کے لئے دونا عذا[ب]
(آخرت میں) بڑھایا جائیگا اور یہ بات
اللہ پر آسان ہے اگر اسکے ساتھ ایک
بات) اور (بھی ہے کہ) جو کوئی تم میں سے
اللہ کی اور اسکے رسول کی اطاعت کریگی
اور نیک کام کرتی رہے گی ہم اسکو اس کا
ثواب (بھی) دونا دیں گے اور ہم نے اس
کیلئے باعزت روزی تیار کر رکھی ہے
اے نبی کی بیبیو تم (خدا کے نزدیک مرتبہ
میں دنیا کی) اور کسی عورت کے برابر نہیں
بشرطیکہ پرہیزگاری کرو لہذا تم کو چاہیے
کہ (کسی مرد سے) گفتگو میں نرمی نہ کرو ورنہ
جس شخص کے دل میں (فسق کا) مرض ہے
وہ (کچھ اور) طمع کرے گا اور معقول بات
کہہ دیا کرو اور اپنے گھروں میں قرار پذیر ر[ہو]
اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی زیب و
زینت دکھاتی نہ پھرو اور نماز کو قائم رکھ[و]

(بقیہ صفحہ) اسکی برائی مذکور ہو اور ظاہر عقل سے اسکی برائی معلوم کر سکے ۔۱۲

ما يتلى في بيوتكن من آيات الله والحكمة ان الله كان لطيفا خبيرا ؎

اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ کی اور اسکے رسول کی فرمانبردار رہو اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہلبیت (نبی) تم سے نجاست کو دور کردے اور تم کو خوب پاک کردے اور اللہ کی آیتیں اور حکمت (کی باتیں) جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد کیا کرو، بیشک اللہ پاکیزہ باخبر ہے۔

؎ علامہ زمخشری جو لغت عربیہ کے مسلم الکل امام ہیں اپنی تفسیر کشاف میں آیۂ تطہیر کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ امرهن امرا خاصا بالصلوٰة والزكوٰة ثم جاء به عاما في جميع الطاعات لان هاتين الطاعتين البدنية والمالية هما اصل سائر الطاعات من اعتنى بهما حق اعتنائه جرتاه الى ما وراءهما ثم بين انه انما نهاهن وامرهن ووعظهن لئلا يقارف اهل البيت رسول الله صلى الله عليه وسلم المآثم وليتصونوا عنها بالتقوى واستعار للذنوب الرجس وللتقوى الطهر لان عرض المقترف للمقبحات يتلوث بها ويتدنس كما يتلوث بدنه بالارجاس واما المحسنات فالعرض معها نقي مصون كالثوب الطاهر وفي هذه الاستعارة ما ينفر اولي الالباب عما كرهه الله لعباده ونهاهم عنه ويرغبهم فيما رضيه لهم وامرهم به واهل البيت نصب على النداء او على المدح وفي هذا دليل بين على ان نساء النبي صلى الله عليه وسلم من اهل بيته

ازواج مطہرات نے جب دیکھا کہ عسرت اور تنگدستی کا زمانہ گزر گیا مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہو رہی ہیں مال غنیمت آتا ہے اور لوگوں میں تقسیم ہوتا ہے سب لوگ آسودہ حال ہو رہے ہیں مگر ہم لوگوں کی اب بھی وہی حالت ہے وہی

(بقیہ حاشیہ صد) ثم ذکرهن ان بیوتهن مهابط الوحی وامرهن ان لا ینسین ما یتلی فیها من الکتاب الجامع بین امرین هو آیات بینات تدل علی صدق النبوۃ لانه معجزۃ بنظمه وهو حکمة وعلوم وشرائع ان الله کان لطیفا خبیرا حین علم ما ینفعکم ویصلحکم فی دینکم فانزله علیکم وعلم من یصلح لان یکونوا اهل بیته او حیث جعل الکلام الواحد جامعا بین الامرین

ترجمہ۔ اللہ نے ازواج نبی کو پہلے خاص نماز اور زکوۃ کا حکم دیا پھر ایک عام حکم جمیع عبادات کے متعلق دیا کیونکہ یہ دونوں عبادتیں بدنی اور مالی اصل تمام عبادات کی ہیں جو شخص ان دونوں عبادتوں کی طرف کامل توجہ کرے تو یہی دونوں عبادتیں اس کو دوسری عبادات تک پہنچا دینگی پھر خدا نے بیان فرمایا کہ اس نے انھیں امر و نہی اسلئے کیا تاکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت گناہوں کا ارتکاب نہ کریں اور بذریعہ تقوی کے گناہوں سے بچیں اور خدا نے گناہ کو استعارۃً ناپاکی سے تعبیر کیا اور تقوی کو طہارت سے اس لئے کہ جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اسکی آبرو ملوث اور مکدر ہو جاتی ہے جس طرح بدن نجاست سے ملوث ہو جاتا ہے اور نیکو کار عورتوں کی آبرو ایسی محفوظ رہتی ہے جیسے پاک کپڑا۔ اور یہ استعارہ ان چیزوں سے نفرت دلانے کیلئے ہے جو چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے ناپسند کی ہیں اور ان سے منع کیا ہے اور پسندیدہ چیزوں کی رغبت دلانے کیلئے ہے اور لفظ کو اہل بیت کو نصب یا ندا کی وجہ سے

کئی کئی دن کے فاقے اور فاقوں کے بعد وہی جو کی روٹی تو انھوں نے بہ نیت عرض حال حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حالت بیان کی اور اپنے نان ونفقہ میں زیادتی کی درخواست کی حضرت سید الرسل کی مقدس ازواج کا دنیا کی طرف التفات بھی حق سبحانہ کو خوش نہ آیا اور یہ آیتیں نازل

(بقیہ حسٹ) یا مدح کے سبب سے ہو اور یہ آیت روشن دلیل اس بات کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں آپ کی اہل بیت سے ہیں پھر خدا نے ازواج مطہرات کو یہ بات یاد دلائی کہ انکے گھر نزول وحی کے مقام ہیں. اور انکو حکم دیا کہ جو کتاب مقدس کو فلاح دارین کی جامع ہے اور انکے گھروں میں پڑھی جاتی ہے اس کو فراموش نہ کریں اس کتاب میں واضح دلائل صدق نبوت کے ہیں وہ اپنی عبارت کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے اسمیں حکمت ہے علوم ہیں شرائع ہیں اللہ باخبر ہے خوب جانتا ہے کہ تمھارے حق میں کون چیزیں دین میں نافع ہیں لہذا وہی چیزیں نازل کرتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ کون شخص کس چیز کے لائق ہے اور کون لوگ اسکے اہلبیت بننے کے قابل ہیں ۱۲ (حاشیہ صفحہ ۲) ۔ یہ حاصل مطلب آیت کا ہے مگر الفاظ آیت کے بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور نہایت غور و تامل چاہتے ہیں خاصکر وہ باتیں اول یہ فرمایا ان کنتن تردن معلوم ہوا کہ خداوند عالم الغیب جل شانہ نے ازواج مطہرات کی حالت واقعی پر بنیاد اس حکم رکھی ہے نہ انکے زبانی قول پر یعنی فی الواقع اگر ان کے دلوں میں اللہ و رسول کی محبت اور آخرت کی طلب نہ ہو بلکہ دنیا کی خواہش ہو تو نبی کو حکم ملا ہے کہ ان کو طلاق دیدیں اگر ان کے زبانی قول پر بنیاد حکم کی ہوتی تو عبارت یوں ہوتی کہ ان قلتن نحن نرید پس نتیجہ یہ نکلا کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی کا انکو طلاق نہ دینا خدا کی طرف سے گواہی اس بات کی ہے کہ ان ازواج مقدسات کے

ہوئیں ان آیتوں میں حضرت کو حکم ہوا کہ اپنی بیبیوں سے پوچھ کہ وہ دنیا چاہتی ہیں یا اللہ و رسول کی اور آخرت کی طلبگار ہیں اگر وہ دنیا کی طرف رخ کریں تو انھیں طلاق دیدو اور کچھ مال دے کر رخصت کرو اور اگر اللہ و رسول کی طالب ہوں تو ان سے کہہ دو کہ دنیاوی عیش و عشرت سے ہاتھ دھولیں

قلوب لوث دنیا سے بالکل پاک ہیں چہ جائیکہ اس آیت کے بعد ان کو طلاق دینے کی ممانعت بھی قرآن مجید میں ہے ۔ دوم یہ کہ فرمایا الحیٰوۃ الدنیا و زینتھا معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کو صرف دنیا میں عیش و آرام کی خواہش سے نہیں روکا گیا بلکہ دنیا میں جینے اور زندہ رہنے کی خواہش کا بھی ان کے قلوب میں آنا خدا کو ناپسند ہے ۔ انصاف سے بتلاؤ کہ نبی کی بیبیاں کس قدر سخت اور شدید کامل مکمل زہد و ترک دنیا کے ساتھ مکلف ہو گئیں اور پھر خدا کی طرف سے یہ شہادت بھی دی جا چکی ہے کہ یہ فضل و کمال جو ان میں موجود تھا کیا اسکے بعد بھی کوئی عورت کیسی ہی زاہدہ و عابدہ جو ان کی ہم رتبہ کہی جا سکتی ہے ؟ حاشا و کلا ہرگز نہیں ، اس آیت کی تعلیم پر منکرین اسلام غور کریں تو ان کو ایک روشن دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کی معلوم ہوگی ۔ کیا ممکن ہے کہ کوئی کامل العقل راسخ الحکمت انسان آئندہ کے عظیم الشان منافع اور مدارج کا کسی مضبوط اور قطعی بنیاد پر یقین کئے بغیر نہ صرف اپنے کو نقد عیش و آرام سے محروم کر دے بلکہ اپنے متعلقین کو بھی سختی کے ساتھ یہ تعلیم دے کہ نہ فقط عیش و آرام کو ترک کرو بلکہ دنیا میں جینے کی خواہش بھی دل میں نہ لاؤ نیز یہ آیت بوالہوسوں کے اس اعتراض کا بھی جواب دے رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرت ازدواج کا سبب کوئی نفسانی امر تھا معاذ اللہ منہ اولاً یہ اعتراض یونہی

ہاں آخرت میں ان کے لئے بڑی تیاریاں کی گئی ہیں ان آیتوں کے نازل ہوتے ہی حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس ازواج کے پاس تشریف لے گئے اور ابتدا حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے کی فرمایا کہ اے عائشہ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والد ابوبکر صدیق سے مشورہ کر کے جواب دینا بعد اس کے یہ آیتیں آپ نے انھیں سنا دیں حضرت صدیقہ نے سنتے ہی بے تامل کہا اس میں مشورہ کی کیا بات ہے ہم تو آپ ہی کے طالب ہیں دنیا دی تکالیف کی شکایت اگر ناگوار خاطر ہے تو اب کبھی کچھ نہ کہیں گے حضرت عائشہ کے بعد آپ نے اور سب سے یہی گفتگو کی سب نے یک زبان ہو کر ایسا ہی جواب باصواب دیا سب کی زبان حال پر اس شعر کا مضمون جاری تھا

از فراق تلخ میگوئی سخن
ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن

(بقیہ حاشیہ صفحہ) بھی قابل سماعت نہ تھا کیونکہ ترپن برس کی عمر کے بعد یہ کثرت ازدواج عمل میں آئی جوانی کے تمام عمر کچھ تو بے نکاح اور کچھ ایک بڑھی خاتون حضرت خدیجہ کی زوجیت میں بسر ہوئی بھلا کوئی نفسانی امر ہوتا تو اس کا وقت سن شباب تھا نہ کہ سن شیخوخت ثانیاً یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آپ اپنی ازواج کو زیب و زینت کی حالت میں دیکھنا پسند نہ کرتے تھے بڑی سختی کے ساتھ ان کو زہد کی تعلیم دیتے تھے نفسانی لوگ ہمیشہ عورت کی رضامندی کے تابع اس کی فرمائشوں کے غلام رہتے ہیں سہ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا — المختصر یہ آیت بڑے بڑے مطالب دینیہ پر حاوی ہے ۱۲

فی الحقیقت حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی سے بڑھ کر اور کون دولت ہو سکتی ہے اس دولت کا حصول ازواج مطہرات کے لئے حق سبحانہ نے تو صرف ترک دنیا پر معلق فرمایا اگر دنیا و آخرت دونوں کے ترک پر اس کے حصول کا وعدہ ہو جائے تو ازواج مطہرات کا رتبہ تو بہت عالی ہے اس زمانہ میں بھی شاید ایسے مسلمان بہت ہوں گے جو اس وعدہ کو سنتے ہی بے ساختہ نہایت ذوق وشوق میں بار بار اس شعر کا مضمون عرض کریں گے ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ　　نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ازواج مطہرات کا یہ جواب سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے حضرات کی خوشنودی کا صلہ بارگاہ رب العزت سے یہ ملا کہ ان مقدس ازواج کو طلاق دینے کی قطعی ممانعت نازل ہو گئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سردار دو عالم کی زوجیت میں رہنے کی بشارت سے ان کے قلوب مطمئن کر دیئے گئے۔

اس وقت نو بلند اقبال خواتین آپ کی زوجیت کا شرف رکھتی تھیں جن کے نام نامی یہ ہیں۔ عائشہ صدیقہؓ۔ حفصہؓ۔ ام حبیبہؓ۔ سودہؓ۔ ام سلمہؓ۔ صفیہؓ۔ میمونہؓ زینبؓ۔ جویریہؓ۔ ان آیتوں میں پہلے تو ازواج نبی کی آزمائش کی گئی۔ اسکے بعد انھیں یہ بتایا گیا کہ اگر وہ برا کام کریں گی تو انھیں دونا عذاب ہوگا اور نیک کام کریں گی تو انھیں ثواب بھی دونا ملے گا اس کے بعد انھیں یہ بشارت دی گئی کہ اگر وہ پرہیزگاری کریں گی تو آخرت میں ان کے مرتبہ کو کوئی دوسری عورت نہ پہونچ سکے گی۔ پرہیزگاری کیا چیز ہے کس قسم کے اعمال سے آدمی

سو پرہیزگار بنتا ہے۔ اس کے لئے انھیں چھ باتوں کا حکم ہوا کہ ان پر عمل کرنے سے پرہیزگاری کا مرتبہ حاصل ہوگا ان چھ باتوں پر ترجمہ آیات میں ہم نے ہندسہ بنا دیئے ہیں۔

اب ان سب آیات پر ایک غائر نظر ڈالو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں اور یہ کہ اس جملہ سے مقصود حضرت متکلم جل شانہ کا کیا ہے۔

ایک سمجھدار بچہ بھی ان آیات کے سلسلہ مضامین کو دیکھ کر کہہ دے گا کہ اہل بیت سے ازواج نبی مراد ہیں کیونکہ آگے پیچھے برابر انھیں سے خطاب ہو رہا ہے اب درمیان میں ایک پوری آیت بھی نہیں بلکہ آیت کے ایک ٹکڑے میں کسی دوسرے کا ذکر کیوں کر آسکتا ہے باقی رہا اس جملہ کا مقصود کیا ہے اصل یہ ہے کہ ناصح مشفق جب اپنے کسی محبوب کو نصیحت کرتا ہے تو نصیحت کی تلخی کے ساتھ کچھ شیرینی بھی ملا دیتا ہے تاکہ طبیعت متنفر نہ ہو اور اس نصیحت کا اثر دل و دماغ پر اچھا پڑے روزمرہ یہ بات مشاہدہ میں آتی رہتی ہے کہ باپ بیٹے کو بھائی بھائی کو جب نصیحت کرتا ہے تو نصیحت سے آگے یا پیچھے یا درمیان میں دو ایک جملے اس قسم کے کہہ دیتا ہے کہ میاں ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تم سنور جاؤ لوگ تمھیں اچھا کہیں تمھاری نیکنامی کا شہرہ ہو یہی عادت کلام الٰہی میں بھی جاری ہے چنانچہ صحابہ کرام کو بھی بعض بعض مقام پر اس قسم کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ہے۔

پس اسی عادت کے موافق ازواج مطہرات کو نصیحت کر کے حق تعالیٰ نے

غایت محبت سے فرمایا کہ ہمارا مقصود ان نصائح سے یہ ہے کہ تم سنور جاؤ گناہوں سے پاک ہو جاؤ۔ ان نصائح پر عمل کرنے سے ہم تم لوگوں کو گناہوں سے پاک کردینگے پس اس آیت کا مقصود صرف اسی قدر ہے۔

بیشک اس آیت سے ازواج مطہرات کی بہت بڑی فضیلتیں ثابت ہوتی

لہ قرآن مجید کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ مضمون اس میں ایک ہی عبارت و عنوان سے نہیں بیان ہوا بلکہ ہر مضمون مختلف عبارات و عنوانات میں ایک سے زیادہ مرتبہ بیان ہوا ہے۔ کتابا متشابہا مثانی۔ چنانچہ یہ مضمون آیت تطہیر کا دوسرے مقام پر یوں بیان ہوا ہے کہ الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات والخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات ترجمہ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کیلئے معلوم ہوا کہ عام قانون قدرت یہی ہے کہ جب مرد پاکیزہ ہو تو اس کو عورت بھی پاکیزہ ملنی چاہئے عورت پاکیزہ ہو تو اس کو مرد بھی پاک ملنا چاہئے۔ لہذا جو نبی پاک اور پاکیزہ ہیں انکی بیبیوں کا پاک ہونا ضروری ہے چنانچہ یہ حضرت عائشہ کی برات کے موقعہ پر ہے بھی۔ اس عام قانون کے خلاف اگر کہیں شاذ و نادر طور پر ہو جاتا ہے تو وہ ضرب المثل بنانے کے قابل ہوتا ہے تمام جماعت انبیاء میں صرف دو نبیوں کے لئے اسکے خلاف ہوا تو قرآن مجید میں اسکو ضرب المثل بنایا ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا وقیل ادخلا النار مع الداخلین۔

ترجمہ۔ اللہ ایک مثل کافروں کی بیان فرماتا ہے یعنی نوح کی عورت اور لوط کی عورت یہ دونوں عورتیں ہمارے دو نیک بندوں کے تحت میں تھیں مگر ان دونوں نے (بقیہ صفحہ)

ہیں ازانجملہ یہ کہ جن باتوں کا ذکر فرما کر خدا نے فرمایا تھا کہ اگر ان باتوں پر عمل کرو تو تمہارے برابر کوئی دوسری عورت نہیں ہو سکتی ان باتوں کے خلاف ان سے کبھی ظہور میں نہیں آیا دشمنوں نے بہت کوشش کی مگر کوئی خفیف واقعہ بھی نہ بتا سکے جن سے ان باتوں کی مخالفت ثابت ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ اور کوئی عورت خواہ کتنے ہی بڑے رتبہ کی ہو ازواج نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی دوسرے ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حق تعالے ان لوگوں کو گناہوں سے پاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور خدا کی مراد کا پورا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) ان کی خیانت کی پھر وہ دونوں بندے ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے اور ان دونوں عورتوں سے کہدیا گیا کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ داخل ہونے والوں کے ساتھ

لہ شیعہ صاحبان بہت کچھ ہاتھ پاؤں مار کر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے مطاعن میں بیان کیا کرتے ہیں وہ حج کے لئے گئیں لہذا جو حکم ہوا تھا کہ اپنے گھروں میں قرار پذیر رہو انھوں نے اس کے خلاف کیا اور نیز یہ حکم تھا کہ صریح بدکاری کا ارتکاب نہ کرنا اور وہ امام برحق یعنی علی مرتضے سے لڑیں جو صریح بدکاری ہے جواب اس کا یہ ہے کہ گھروں میں قرار پذیر رہنے سے حج کی ممانعت نہیں ورنہ خود آنحضرت حجۃ الوداع میں کیوں ان کو حج کے لئے ساتھ لے جاتے اس میں ممانعت بے پردہ باہر نکلنے کی ہے اور حضرت علی مرتضے سے لڑائی صریح بدکاری کی حد میں نہیں آسکتی کیونکہ وہ لڑائی تو بالکل دھوکہ میں بے قصد واقع ہوگئی حضرت عائشہ کا ارادہ لڑنے کا نہ تھا یہ واقعہ حضرت زبیر کے حال میں السد الغابہ میں آچکا ہے ۱۲

نہ ہوتا اہل اسلام کے اصول پر تو محال ہے شیعوں کے اصول پر چاہے ممکن ہو سبائیہ انجمن کے چلتے پرزوں نے ان آیات بینات کو دیکھا جن سے ان کے مذہب کا قرار واقعی استیصال ہو رہا ہے جن بزرگوں کی عداوت پر انھوں نے اپنا مذہب قائم کیا تھا ان کے ایسے اعلیٰ مناقب اس آیت میں بیان ہوئے ہیں کہ وہاں تک کسی کا دست امید بھی نہیں پہونچ سکتا یہ تو نا ممکن تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی عداوت سے دست بردار ہو جاتے کیونکہ ان دونوں کے بلند رتبہ باپوں یعنی حضرت صدیق و فاروق نے گبریوں اور مجوسیوں کا ستیاناس کر دیا تھا ایران جیسی پر شوکت سلطنت انھیں کے بے پناہ حملوں سے زیر و زبر ہو گئی تھی سبائیہ انجمن کے اراکین اپنے باپ دادا بھائی بھتیجوں کو انھیں کی چمکتی ہوئی تلواروں سے واصل جہنم ہوتا ہوا دیکھ چکے تھے پھر بھلا یہ کیوں کر ممکن تھا کہ یہ دل سے نکل جاتا لہذا دیکھئے تو کس صفائی سے کیسا عمدہ فقرہ تراشا (ع) چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد؛ جھٹ پٹ چند وا ہی تباہی مقدمات ترتیب دے کر فرمانے لگے کہ یہ آیت تو ہمارے ہی مذہب کی تائید کرتی ہے اور سنیوں کے مذہب کا بطلان ظاہر کرتی ہے اب بھی پر فن جرائم پیشہ ایسا کیا کرتے ہیں کہ خود ہی ارتکاب جرم کیا کسی کو مار ا پیٹا اور خود ہی مدعی بن کر عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا بس یہاں بھی پوری یہی حالت ہے۔

حضرات شیعہ فرماتے ہیں

کہ یہ آیت باتفاق مفسرین فریقین حضرت علی مرتضےٰ و فاطمہ زہرا و حسنین رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی ہے اہل بیت سے یہی لوگ مراد ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا اہل بیت کے لفظ سے مراد ہو ہی نہیں سکتا اور ناپاکی کے دور کرنے سے مراد یہ ہے کہ خدا نے انھیں تمام گناہوں سے معصوم کر دیا پس اس آیت سے ان حضرات کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔

لفظ اہل بیت سے انھیں چار شخصوں کے مراد ہونے کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ خود سنیوں کی صحیح ترین احادیث میں وارد ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ فاطمہ زہرا و حسنین کو بلایا اور اپنی کملی ان چاروں پر ڈال کر فرمایا اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیراً۔

ترجمہ یا اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں پس تو ان سے رجس (یعنی) ناپاکی دور کر اور ان کو خوب پاک کر۔ حضرت ام سلمہ نے خواہش بھی کی کہ مجھے بھی اس کملی میں داخل کر لیجیے مگر آنحضرت نے داخل نہ کیا یہ حدیث سنیوں کی کتاب جامع ترمذی میں موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے پس اب کس سنی کی مجال ہے کہ ان چار حضرات کے علاوہ کسی اور کو اہلبیت کے لفظ سے مراد لے سنی جو لفظ اہل بیت سے ازواج نبی مراد لیتے ہیں اور اس پر یہ قرینہ پیش کرتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے اور نیز اسی آیت کے

شروع حصہ میں اور نیز اس آیت کے بعد ازواج کا ذکر ہے اس کا جواب دو طرح پر ہے اول یہ کہ قرآن جمع کیا ہوا انھیں کے خلفاء کا ہے اسکی ترتیب[1] شیعوں پر کیوں کر حجت ہو سکتی ہے سنیوں کے خلفا نے قرآن جمع کرتے وقت کہیں کی آیتیں کہیں اور کہیں کی کہیں لکھ دیں بھلا تحریف قرآن تو ایک ایسا مسئلہ ہے کہ چند شیعہ اس کے منکر بھی ہیں گو ان کا انکار محض بے وجہ اور سراسر ہٹ دھرمی ہے مگر غلطی ترتیب کا تو کوئی شیعہ آج تک منکر ہی نہیں ہوا سوا شریف مرتضےٰ جیسے دو تین ہٹ دھرم لوگوں کے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ عنکم اور یطہرکم میں جو ضمیریں مذکر کی موجود ہیں صاف بتا رہی ہیں کہ اس آیت میں خطاب ازواج سے نہیں ہے ورنہ ضمیریں مؤنث کی مستعمل ہوتیں مگر افسوس ہے کہ سنی ان باتوں کو نہیں دیکھتے اور برابر یہی کہے جاتے ہیں کہ اہل بیت سے ازواج نبی مراد ہیں۔

اہلِ سُنّت کہتے ہیں

کہ اس آیت سے شیعوں کا استدلال عصمت ائمہ پر صریح تحریف ہے اس

[1] چنانچہ سلطان العلماء مولوی سید محمد صاحب اپنی کتاب تعلق بر دلی فی الدبر میں لکھ چکے ہیں کہ اس نظم قرآنی نظم عثمانی ست بر شیعیان احتجاج بآں نشاید اور شیعوں کے صدر المحققین مولوی ناصر حسین صاحب رسالہ دشنی میں زیب رقم کر چکے ہیں کہ آیتیں الٹ پلٹ کر دی گئیں کہیں کی آیتیں کہیں رکھ دی گئیں جس سے مطلب خبط بے ربط ہو گیا ۱۲

استدلال میں جیسی قطع و برید آیات ربانی کی ان حضرات نے کی ہے اس کو دیکھ کر باللہ العظیم دل کانپ جاتا ہے اور بے اختیار زبان سے وہ جملہ نکل جاتا ہے جو حضرت محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ اعضائے ایشاں را از ہم جدا ساز د چنانچہ ایشاں آیت متسقہ بعضہا بعض را از ہم جدا ساختند، الحاصل یہ استدلال شیعوں کا دو باتوں پر مبنی ہے اول یہ کہ لفظ اہل بیت سے مراد یہ چار شخص ہیں دوسرے یہ کہ رجس سے دور کرنے سے مراد معصوم بنا دینا ہے جب تک یہ دونوں باتیں ثابت نہ ہوں گی شیعوں کا استدلال کسی طرح صحیح نہ ہوگا مگر آج تک شیعوں نے ان دونوں باتوں کو ثابت نہیں کیا نہ تا قیام قیامت ثابت کر سکیں گے جس قدر کوشش علمائے شیعہ نے ان دونوں باتوں کے ثابت کرنے میں کی ہے وہ کوشش خود شیعوں کی عاجزی و سراسیمگی کا پتہ دے رہی ہے چنانچہ لفظ اہل بیت سے ان چار شخصوں کے مراد ہونے پر حسب ذیل خدشات قائم ہیں جن کا معقول جواب اگر آج کوئی شیعہ دیدے تو ہم اسی جواب پر قناعت کر کے مذہب شیعہ کی بہت سی غیر ثابت باتوں کے ماننے کو موجود ہیں۔

(۱) لفظ اہل بیت لغت عرب میں ازواج کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور اس لفظ کا ترجمہ ہر زبان میں ازواج ہی کے لئے مستعمل ہے چنانچہ اس کا فارسی ترجمہ اہل خانہ اور اردو ترجمہ گھر والے برابر اسی معنی میں استعمال ہو رہا ہے اور اس قدر کہ ہر کس و ناکس سمجھ سکتا ہے کہ اہل بیت

ہر شخص کے وہی لوگ ہیں جو اس کے گھر میں رہتے ہوں اور ہر زمانے کی رسم و عادت یہی ہے کہ ہر شخص کی بیبیاں ہمیشہ اس کے گھر میں رہتی ہیں بیبیوں کے علاوہ بیٹی بیٹوں کا ہمیشہ کے لئے کسی کے گھر میں رہنا شاذ و نادر خلاف عادت اور اتفاقی امر ہے خاص کر سرور انبیا صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر کی حالت ظاہر ہے کہ آپ کے گھروں میں سوا آپ کی ازواج کے کوئی نہ تھا خاتون جنت فاطمہ زہرا علی مرتضےٰ کے گھر میں رہتی تھیں شرعاً بھی ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بی بی کو نان و نفقہ اور رہنے کا مکان دے بیٹی بیٹوں کے لئے بلوغ اور خصوصاً نکاح کے بعد نان و نفقہ اور رہنے کا مکان شرعاً باپ کے ذمہ فرض نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص جس مقام پر رہے مثلاً اہل مصر اسی شخص کو کہیں گے جو مصر میں ہمیشہ بود و باش رکھنے والا ہو نہ اس کو جو چند روز کے لئے مصر میں جاکر رہ آیا ہو اسی طرح اہل مکہ اس کو کہیں گے جو ہمیشہ کے لئے مکہ میں رہنے والا ہو پس اسی طرح اہل بیت اسی کو کہیں گے جو ہمیشہ کے لئے اس بیت میں رہنے والا ہو اور ہمیشہ کے لئے

لہ شیعہ اس مقام پر ایک مناقشہ پیش کرتے ہیں کہ زوجہ ہمیشہ کے لئے اپنے زوج کے گھر میں رہنے والی نہیں کہی جاسکتی کیونکہ شوہر طلاق دیدے تو اس کو اس گھر سے علحدہ ہو جانا پڑتا ہے شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اہلبیت وہی ہو سکتا ہے جو کبھی اہل بیت سے خارج نہ ہو سکے جواب اس مناقشہ کا یہ ہے کہ زوجہ یقیناً ہمیشہ کیلئے اپنے زوج کے گھر میں رہنے والی ہوتی ہے نکاح تعلق دائمی کا نام ہے طلاق دینا ایک امر اتفاقی ہے (باقی صفحہ ۲ پر)

کسی شخص کے بیت میں رہنے والا سوا اُس کی بیبیوں کے رسماً عادۃً شرعاً کوئی نہیں ہے لہذا بیبیوں کے علاوہ اہل بیت کا حقیقی واصلی مصداق کوئی نہیں ہو سکتا۔

(۲) قرآن کی آیتیں خود بتا رہی ہیں کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہی ہیں کیونکہ کئی آیت اوپر سے ازواج ہی سے خطاب ہو رہا ہے اور خود اس آیت کے ابتدائی حصہ میں اور نیز اس آیت کے بعد بھی انھیں سے خطاب ہے۔ ترتیب قرآنی کو اگر شیعہ حجت نہیں مانتے تو نہ مانیں ترتیب کیا بلکہ ان کے اصول موضوعہ پر اور ان کی احادیث صحیحہ اور اقوال ائمہ کی رو سے تو خود قرآن ہی حجت نہیں اس مقام پر یہ عذر بالکل بے سود ہے کیونکہ اس وقت شیعہ اس آیت سے ہمارے اوپر استدلال کر رہے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹) اور بالکل ایسا ہے جیسے کوئی شخص متوطن مکہ تھا اس کو اہل مکہ کہتے تھے پھر کسی سبب سے وہ اپنا وطن مکہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر خراساں میں بود و باش اختیار کر لے اب اس کو اہل خراساں کہیں گے قطع نظر اس سے ازواج نبی کے متعلق تو یہ سا قصہ یوں بھی نہیں چل سکتا کیونکہ ان کے حق میں طلاق کا احتمال ہی باقی نہ رہا تھا نص قرآنی میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے طلاق کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اہل بیت اور زوجہ کا مفہوم بالکل ایک ہے جب تک کسی کو زوجہ کہیں گے اس وقت تک اس کو اہل بیت بھی کہیں گے نبی کی بیبیاں چونکہ آپ کی ابدی و دائمی زوجہ ہیں لہذا وہ کبھی اہل بیت سے خارج نہیں ہو سکتیں۔ ۱۲

اور اپنے فرضی اماموں کی عصمت و امامت اس آیت سے ثابت کر کے ہمیں الزام دینا چاہتے ہیں پس حسب قاعدہ مناظرہ ان کو ہمارے مسلمات سے الزام دینا چاہیئے اگر وہ ہمارے مسلمات کے خلاف ہمیں الزام دیں تو ہم کو حق ہے کہ ہم اس الزام کو اپنے مسلمات سے دفع کریں لہٰذا ہم اس مقام پر دفع الزام کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ الزام تمھارا ہمارے مسلمات کی رو سے صحیح نہیں اہل بیت سے غیر ازواج کا مراد ہونا اور ازواج کا مراد نہ ہونا آیات سابقہ ولاحقہ کے مناسب نہیں اور قرآن کی فصاحت وبلاغت ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کے مسلسل مضامین کو اس طرح خبط بے ربط کر دیا جائے قرآن کی صحت ترتیب اور اس کی فوق العادۃ فصاحت وبلاغت ہمیں مسلم ہے ہاں اگر ہم شیعوں کو اس آیت سے الزام دیتے اور امہات المومنین کے فضائل اس آیت سے ان کے مقابلہ میں ثابت کرنا چاہتے تو اس وقت بیشک شیعہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ترتیب قرآنی ہم پر حجت نہیں ہے۔

(۳) قرآن کی دوسری آیتوں میں بھی لفظ اہل بیت کا اطلاق ازواج پر ہوا ہے اور وہاں شیعہ بھی چون وچرا نہیں کر سکتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہ کو فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی اور انھوں نے اپنے بانجھ ہونے اور شوہر کے بوڑھے ہونے کے باعث اس بشارت پر تعجب کیا تو فرشتوں نے ان کو جو جواب دیا وہ قرآن کریم میں باین عبارت منقول ہے اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل

البیت انہ حمید مجید ترجمہ کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو اے اہلبیت تم پر اللہ کی رحمت ہے اور اسکی برکتیں ہیں بیشک وہ ستودہ اور بزرگ ہے اس آیت میں شیعہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اہل بیت سے حضرت سارہ ہی مراد ہیں۔ بعض شیعوں کو جب کچھ چارہ کار نظر نہ آیا تو یہ بھی لکھ دیا کہ حضرت سارہ کو اس وجہ سے اہل بیت نہیں کہا کہ وہ حضرت ابراہیم کی بی بی تھیں بلکہ اس وجہ سے کہا کہ وہ حضرت کی چچازاد یا خالہ زاد بہن تھیں۔ جب اس رکیک تاویل کا جواب اہل سنت کی طرف سے دیا گیا کہ اگر یہی بات ہے تو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائیوں نے کیا قصور کیا ہے کہ وہ اہل بیت نہ سمجھے جائیں عقیل کو بھی اہل بیت کہنا چاہیئے حضرت ابن عباس کو بھی اہل بیت کہنا چاہیئے تو پھر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔

باقی رہا شیعوں کا یہ شبہ کہ اگر ازواج مراد ہوتیں تو عنکم یطھرکم میں مذکر کی ضمیریں کیوں آتیں اس کے تین جواب ہیں اول یہ کہ لفظ اہل بیت[۱] مذکر ہے

---

[۱] عربی زبان میں اس کی نظائر بہت ہیں کہ لفظ کی حیثیت کچھ اور ہے اور معنی کی حیثیت کچھ اور ایسے الفاظ میں کبھی لفظ کی رعایت کرتے ہیں کبھی معنی کی مثلاً لفظ من باعتبار لفظ کے مفرد ہے اور باعتبار معنی کے جمع قولہ تعالیٰ ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین دیکھو اسی لفظ من کے لئے ایک جگہ برعایت لفظ یقول صیغہ واحد آیا اور دوسری جگہ برعایت معنی ھم ضمیر جمع آئی۔

اور مصداق اس کا مؤنث ہے لہذا یہ رعایت لفظ ضمیر مذکر مستعمل ہوئی ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل بیت میں خود ذات پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی داخل[۱] ہے کیونکہ اس بیت کے رہنے والے آپ بھی تھے پس آپ کے داخل ہونے کے سبب سے تغلیباً ضمیر مذکر کی مستعمل ہوئی۔
تیسرا جواب اس کا یہ ہے کہ بغرض[۲] اظہار عظمت و محبت کلام عرب میں عورتوں کے لئے بھی ضمیر مذکر آجاتی ہے ایک شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے
ع فان شئت حرمت النساء سواکم۔ شاعر اس مصرع میں کم ضمیر جمع مذکر اپنی محبوبہ کے لئے لایا ہے۔

---

[۱] علامہ ابن تیمیہ نے اس کی تقریر منہاج السنہ میں خوب لکھی ہے ۱۲
[۲] علامہ زمخشری نے اس قاعدہ کو کہ عورت کیلئے مذکر کی ضمیریں کس موقع پر لاتے ہیں واحد کیلئے جمع کی ضمیریں کس موقع پر لاتے ہیں خوب بیان کیا ہے اور اس پر شعرائے جاہلیت کے یہ دو شعر بھی سنداً نقل کئے ہیں۔

فان شئت حرمت النساء سواکم   وان شئت لم اطعم نقاخا ولا بردا
فان تنکحی انکح وان تتأیمی   وان کنت افتی منکم اتأیم

ان دونوں شعروں میں شاعر نے اپنی محبوبہ کیلئے ضمیر کم جو جمع مذکر کیلئے مخصوص ہے استعمال کی ہے قرآن مجید میں بھی بکثرت یہ محاورہ جابجا مستعمل ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ قال لاھلہ امکثوا عورت کیلئے امکثی یا امکثن ہونا چاہئے تھا امکثوا خاص جمع مذکر کیلئے ہے۔ شرح شواہد کشاف مطبوعہ مصر صفحہ ۴۳ میں ہے ربما خوطبت المرأۃ الواحدۃ بخطاب الجمع المذکر بقول الرجل عن اھلہ

(بقیہ صفحہ ۲۵)

باقی رہی حدیث کساء

جس کو شیعہ بڑے طمطراق سے پیش کرتے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے کہتے ہیں کہ یہ سنیوں کی صحیح ترین حدیث ہے اور لفظ اہلبیت سے انھیں چار بزرگوں کے مراد ہونے پر دلیل صریح ہے اول تو یہ محض غلط ہے ہرگز ہمارے یہاں کی صحیح ترین حدیث نہیں ہے دوسرے یہ حدیث ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ اہل بیت سے ازواج مراد نہیں ہیں بلکہ یہی چار بزرگ مراد ہیں اس حدیث میں تو آنحضرت نے دعا مانگی ہے کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں لہذا ان کو بھی پاک کردے حضرت ام سلمہ کو کملی میں نہ داخل کرنے کی وجہ خود اسی حدیث میں مذکور ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳) فعلوا کذا مبالغۃ فی سترھا حتے لا ینطق بالضمیر الموضوع لھا و منہ قولہ تعالے حکایۃ عن موسیٰ علیہ السلام قال لاھلہ امکثوا۔ ترجمہ بسا اوقات ایک عورت جمع مذکر کے صیغہ سے مخاطب بنائی جاتی ہے مثلاً آدمی اپنی بی بی کے متعلق کہتا ہے فعلوا کذا یعنی انھوں نے ایسا کیا اس سے مقصود اس کے پردہ کا بلیغ اہتمام کرنا ہوتا ہے یہاں تک کہ جو ضمیر عورت کے لئے مقرر ہے وہ بھی نہیں استعمال کرتا اور اسی قسم میں ہے اللہ تعالے کا قول حضرت موسے علیہ السلام کی حکایت میں کہ انھوں نے اپنی بی بی سے امکثوا کہا یعنی ٹھہر جاؤ ۱۲

جس کو شیعہ نقل نہیں کرتے جب حضرت ام سلمہ نے اپنے داخل کرنے کی خواہش کی تو حضرت نے فرمایا۔ انت علیٰ مکانک انت علی خیر یعنی تم اپنی جگہ پر رہو تم تو اس سے اچھی حالت میں ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ تم تو حقیقۃً لفظ اہل بیت سے مراد ہی ہو تمھارے داخل کرنے کی اور تمھارے لئے دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے ذرا سمجھنے کی بات ہے اگر یہ حضرات لفظ اہل بیت سے مراد ہوتے تو حضرت دعا کیوں مانگتے کیا اللہ تعالےٰ کو معلوم نہ تھا کہ اہل بیت نبی کون لوگ ہیں حضرت نے بتلایا کہ یہ لوگ میرے اہلبیت ہیں پس انصاف سے دیکھو تو یہ حدیث خود بتارہی ہے کہ یہ چاروں بزرگ اہلبیت میں داخل نہ تھے حضرت نے ان کو داخل کیا اسی وجہ سے علمائے محققین کہتے ہیں کہ حقیقۃً اہل بیت ازواج مطہرات ہیں اور حکماً یہ حضرات بھی ہیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس وقت آیت نازل ہوئی اس وقت یہ چاروں بزرگوار اہل بیت نہ تھے آیت کے نزول کے بعد بھی جب تک حضرت نے دعا نہیں فرمائی اہلبیت نہ تھے اہل سنت کی روایات میں صرف انھیں چار بزرگوں کے لئے نہیں بلکہ حضرت عباس اور ان کے فرزندوں کے لئے بھی اسی قسم کی دعا منقول ہے اور شیعوں کی روایات میں بھی سلمان[1] فارسی کے لئے لفظ اہل بیت مستعمل ہوئی ہے

---

[1] اصول کافی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۵ میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا وانما صار سلمان من العلماء لانہ امرءٌ منا اھل البیت فلذٰلک نسبتہ الی العلماء ترجمہ اور سلمان کا شمار علماء میں اسی سبب سے ہوا کہ (باقی صفحہ ۲۶ پر)

شیعہ صاحبان۔ جو یہ افسوس کرتے ہیں کہ اہل سنت کچھ نہیں دیکھتے انکا یہ افسوس بالکل بیجا ہے اہل سنت سب دیکھتے ہیں مگر وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں قرآن کے مخالف روایتوں کو راوی کے سنہ پر مار دیتے ہیں ہاں شیعوں کو اپنی حالت پر افسوس کرنا چاہیے کہ انھوں نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے اور قرآن کی مخالف روایات و حکایات پر اپنے مذہب کا گھروندا قائم کیا ہے۔

شیعوں کے اس استدلال کے ایک جزو (یعنی لفظ اہل بیت سے یہی چار بزرگ مراد ہیں) پر جو خدشات تھے ان میں سے چند بطور نمونہ بیان ہو چکے اب دوسرے جزو (یعنی رجس دور کرنے اور پاک کرنے سے معصوم ہونا مراد ہے) پر جو خدشات ہیں ان میں سے بھی چند لکھے جاتے ہیں۔

(۱) رجس سے اگر مطلق گناہ اور اس کے دور کرنے سے اور پاک کرنے سے معصوم بنا دینا مراد ہے تو تمام صحابہ خصوصاً اہل بدر کا معصوم ہونا لازم آجائے گا کیونکہ ان کے لیے بھی اسی قسم کا لفظ دوسری آیت میں مستعمل ہوا ہے الفاظ آیت کے یہ ہیں ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم ولعلکم تشکرون اور لیذھب عنکم رجز الشیطان یعنی اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے اور (یہ سب اسواسطے) تاکہ تم شکر کرو (اور وہ چاہتا ہے) کہ تم سے شیطان کی ناپاکی دور کرے۔ غور سے دیکھو تو صحابہ کیلئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) کہ وہ ہم میں سے یعنی اہل بیت میں سے ایک شخص ہیں اس لئے میں نے عمار کی طرف منسوب کیا ۱۲

ایک بات زائد ارشاد ہوئی ہے جو اس آیۂ تطہیر میں نہیں ہے وہ بات زائد یہ ہے کہ خدا نے ان سے فرمایا کہ ہم اپنی نعمت تم پر پوری کرنا چاہتے ہیں اور دوسری آیت میں یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ نعمت کا پورا کر دینا ایک ایسا جامع کلمہ ہے کہ تمام فضائل و کمالات کو حاوی ہے اور اس کا استعمال قرآن پاک میں انبیا علیہم السلام کے لئے ہوا ہے ایک جگہ یہ لفظ حضرت ابراہیم و اسحاق و حضرت یعقوب علی نبینا و علیہم السلام کے لئے آیا ہے اور دوسری جگہ سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے وارد ہوا ہے

(۲) شیعوں کا مذہب تو یہ ہے کہ ان کے ائمہ وقت ولادت سے وفات کے وقت تک کسی وقت صفت عصمت سے خالی نہیں ہوتے اور اس آیت سے بفرض محال اگر ان کا معصوم ہونا ثابت ہوگا تو بعد نزول اس آیت کے کیونکہ اس آیت میں صیغہ مضارع مستعمل ہے جو زمانہ حال یا مستقبل میں وقوع فعل پر دلالت کرتا ہے بلکہ اس مطلب کے لئے ماضی کا صیغہ ہونا چاہئے تھا اور یوں ارشاد ہونا چاہئے تھا کہ اللہ نے ناپاکی تم سے دور کر دی اور تم کو پاک کر دیا قدرت خدا دیکھئے کہ شیعوں کی ایک صحیح حدیث میں صحابہ کرام کے لئے یہ فضیلت بصیغہ ماضی مستعمل ہوئی ہے اس روایت میں امام نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ان سے ناپاکی دور کر دی اور ان کو پاک کر دیا پس تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اس لفظ سے صحابہ کا معصوم ہونا نہیں سمجھتے باوجودیکہ ان کے لئے یہ لفظ بصیغہ ماضی مستعمل ہے اور اپنے مزعومی اہل بیت کا معصوم ہونا سمجھ لیتے ہیں حالانکہ

ان کے لئے یہ لفظ بصیغۂ مضارع وارد ہوئی ہے۔

حدیث مذکورۂ بالا فروع کافی جلد اول مطبوعہ نولکشور کتاب الجہاد ۶۰۹ سے لے کر صفحہ ۶۱۳ تک منقول ہے گو حدیث بہت طویل ہے مگر چونکہ بے شمار فوائد پر مشتمل ہے اور کوئی بات فضائل و محامد کی ایسی باقی نہیں رہی جو اس حدیث میں صحابہ کے لئے ثابت نہ کی گئی ہو اور دنیا و آخرت کی کوئی برائی اور کوئی عیب ایسا نہیں ہے جس سے صحابہ کا پاک و پاکیزہ ہونا نہ بیان کیا گیا ہو غرض سبائیہ مذہب کی بیخ کنی اس حدیث سے ہوتی ہے لہذا ہم اس حدیث کو پورا نقل کرتے ہیں ناظرین کو چاہیے کہ اس حدیث کے لفظ لفظ پر غور کریں اور دیکھیں کہ حکیم اعلی جل مجدہ اپنے مقاصد کو کہاں کہاں سے پورا کرا دیتا ہے۔

وہ حدیث یہ ہے

علی بن ابراھیم عن ابیه عن بکر بن صالح عن قاسم بن یزید عن ابی عمرو الزبیری عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قلت له اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجهاد فی سبیله اھو لقوم	علی بن ابراہیم اپنے والد سے وہ بکر بن صالح سے وہ قاسم بن یزید سے وہ ابو عمرو زبیری سے وہ ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں ابو عمرو کہتے تھے میں نے امام سے عرض کیا کہ اللہ کی

لا یحل الا لھم ولا یقوم به
الا من کان منھم ام ھو مباح
لکل من وحد اللّٰه عز وجل
وآمن برسوله صلے اللّٰه علیه
وآله من کان کذا فله ان یدعو
الی اللّٰه عز وجل والی طاعته
وان یجاھد فی سبیله فقال
ذلك لقوم لا یحل الا لھم
ولا یقوم بذلك الا من کان
منھم قلت من اولئك قال
من قام بشرائط اللّٰه عز
وجل فی القتال والجھاد
علی المجاھدین فھو المأذون
له فی الدعاء الی اللّٰه
عز وجل ومن لم یکن قائما
بشرائط اللّٰه فی الجھاد علی
المجاھدین فلیس بمأذون له
فی الجھاد ولا الدعاء الی
اللّٰه حتی یحکم فی نفسه ما

طرف بلانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا
کیا کچھ لوگوں کے ساتھ خاص ہے انکے
سوا اوروں کے لئے جائز نہیں اور یہ
کام سوا اس کے جو ان میں سے ہو اور
کوئی نہیں کر سکتا یا یہ کام تمام ان لوگوں
کے لئے جائز ہے جو اللّٰہ عز وجل کو
وحدہٗ لا شریک لہ جانتے ہیں اور اسکے
رسول صلے اللّٰہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے
ہیں کیا جو کوئی ایسا ہو اسے اختیار
ہے کہ اللّٰہ عز وجل کی طرف اور اسکی
عبادت کی طرف لوگوں کو بلائے
اور اس کی راہ میں جہاد کرے امام نے
فرمایا یہ کام کچھ لوگوں کے ساتھ
خاص ہے ان کے سوا کسی کے لئے
جائز نہیں اس کام کو وہی شخص کر سکتا
جو ان میں سے ہو میں نے پوچھا
وہ کون لوگ ہیں (جنکے ساتھ یہ کام مخصوص
ہے) امام نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو اللّٰہ عز و
جل کی ان شرائط پر قائم ہوں جو اس نے

اخذ اللہ علیہ من شرائط الجہاد قلت فبیّن لی یرحمک اللہ قال ان اللہ تبارک و تعالیٰ اخبر نبیہ فی کتابہ الدعاء الیہ و وصف الدعاۃ الیہ فجعل ذلک لھم درجات یعرف بعضھا بعضا لیستدل بعضھا علیٰ بعض و اخبر انہ تبارک و تعالیٰ اول من دعا الیٰ نفسہ و دعا الیٰ طاعتہ و اتباع امرہ فبدأ بنفسہ فقال واللہ یدعوا الیٰ دار السلام و یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم ثم ثنی برسولہ فقال ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن یعنی بالقرآن و لم یکن داعیا الی اللہ عزوجل

پس کوئی شخص جہاد کے لئے اور اللہ کی طرف بلانے کے لئے مجاز نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنی ذات میں ان شرطوں کو مضبوطی کے ساتھ قائم نہ کرلے جو اللہ نے جہاد کیلئے لازم کی ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ پر اللہ رحمت کرے مجھ سے ان شرطوں کو بیان فرمایئے امام نے فرمایا اللہ بزرگ برتر نے اپنی کتاب میں اپنی طرف بلانے کا ذکر کیا ہے اور اپنی طرف بلانے والوں کا حال بیان کیا ہے ان کے کئی درجہ بیان کئے ہیں کہ ایک درجہ سے دوسرے درجہ کا حال معلوم ہو سکتا ہے اور ایک سے دوسرے کا پتہ مل سکتا ہے پس اس نے خبر دی ہے کہ سب سے پہلے تو اللہ بزرگ برتر نے خود اپنی طرف بلایا اپنی عبادت اور اپنے احکام کی پیروی کی دعوت دی چنانچہ سب سے پہلے درجہ میں اللہ نے اپنے کو رکھا اور فرمایا

من خالف امر الله يدعو
اليه بغير ما امره فی کتابه
والذی امران لا یدعی الا
به وقال فی نبیه صلی الله
علیه واله وانك لتهدی
الی صراط مستقیم یقول
يدعوا ثم ثلث بالدعاء اليه
بکتابه ایضا فقال تبارك
وتعالى ان هذا القرآن
یهدی للتی هی اقوم ویبشر
المؤمنین ثم ذکر من اذن
له فی الدعاء الیه بعده
وبعد رسوله فی کتابه فقال
ولتكن منكم امة یدعون
الی الخیر ویامرون بالمعروف
وینهون عن المنکر واولئك
هم المفلحون ثم اخبر
عن هذه الامة وممن هی
وانها من ذریة ابراهیم ومن

والله يدعوا الی دار السلام ویهدی
من یشاء الی صراط مستقیم پھر دوسرے
درجہ میں اپنے رسول کو رکھا اور فرمایا کہ
ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة
الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن
احسن سے مراد قرآن ہے معلوم ہوا کہ اللہ کی
طرف وہ شخص نہیں بلا سکتا جو اس کے
حکم کے خلاف کرتا ہو اور جس طریقہ
سے بلانے کا حکم اللہ نے دیا ہے
اس کے خلاف کسی دوسرے طریقہ سے
بلاتا ہو۔ اپنے نبی کے بارہ میں
اللہ نے یہ بھی فرمادیا وانك لتهدی
الی صراط مستقیم پھر تیسرے درجہ
میں اللہ نے اپنی کتاب کو رکھا ہے
فرمایا ہے ان هذا القرآن یهدی
للتی هی اقوم اس کے بعد اللہ نے
اپنی کتاب میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے
جن کو اپنے بعد اور اپنے رسول کے
بعد اپنی طرف بلانے کی اجازت دی کہ

ذریة اسمٰعیل من سکان الحرم
هم لم یعبدوا غیر الله قط
الذین وجبت لهم الدعوة
دعوة ابراهیم واسمٰعیل
من اهل المسجد الذین اخبر
عنهم فی کتابه انه اذهب
عنهم الرجس وطهرهم
تطهیرا الذین وصفناهم
قبل هذا فی صفة امة
ابراهیم صلی الله علیه الذین
عناهم الله تبارک وتعالیٰ
فی قوله ادعوا الی الله علی
بصیرة انا ومن اتبعنی یعنی
اول من اتبعه علی الایمان
به والتصدیق له وبما جاء
من عند الله عز وجل من
الامة التی بعث فیها ومنها
والیها قبل الخلق من لم یشرک
بالله قط لم یلبس ایمانه

چنانچہ فرمایا ولتکن منکم امة یدعون
الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون
عن المنکر واولئک هم المفلحون
پھر اللہ نے اس گروہ کا ذکر کیا ہے اور
یہ بتایا ہے کہ وہ کس خاندان سے ہوگا یہ
بیان کردیا ہے، کہ یہ گروہ ابراہیم واسمٰعیل
کی اولاد سے ہوگا یہ لوگ حرم کے رہنے
والے ہوں گے ایسے ہوں گے کہ انھوں
نے کبھی غیر خدا کی پرستش نہیں کی ہوگی
یہ وہی لوگ ہوں گے جن کے لئے
ابراہیم واسمٰعیل کی دعا قبول ہوئی یہ لوگ
مکہ کے رہنے والے ہوں گے جن کے
متعلق اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا
ہے کہ ان سے اللہ نے ناپاکی کو دور
کردیا اور ان کو خوب پاک کردیا یہ وہی
لوگ ہیں جن کا حال ہم اس سے پہلے
امت ابراہیم کے حال میں لکھ چکے
ہیں جن کو اللہ تعالے نے اپنے اس
قول میں مراد لیا ہے ادعوا الی اللہ

بظلم وهو الشرك ثم ذکر
اتباع نبیہ صلی اللہ علیہ و
آلہ واتباع ھذہ الامۃ
التی وصفھا فی کتابہ
بالامر بالمعروف والنھی
عن المنکر وجعلھا داعیۃ
الیہ واذن لہ فی الدعاء
الیہ فقال یاایھا النبی
حسبک اللہ ومن اتبعک
من المؤمنین ثم وصف
اتباع نبیہ صلی اللہ علیہ
وآلہ من المؤمنین فقال
عزوجل محمد رسول اللہ
والذین معہ اشداء علی
الکفار رحماء بینھم ترٰھم
رکعا سجدا یبتغون فضلا
من اللہ ورضوانا سیماھم
فی وجوھھم من اثر السجود
ذلک مثلھم فی التورٰۃ

علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی مراد اس سے
امت ابراہیم کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے
سب سے پہلے ابراہیم کی اور ابراہیم کی
شریعت کی تصدیق کی حق کو قبول کیا
اور اللہ کے ساتھ کبھی شرک نہ کیا اور
اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ آلودہ
نہ کیا اس کے بعد اللہ نے اپنے نبی
(آخر الزماں) صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
پیرووں کا ذکر فرمایا ہے جن کو انکی کتاب
مقدس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
کے ساتھ موصوف کیا ہے اور ان کو
اپنی طرف بلانے والا بنایا ہے اور
ان کو اپنی طرف بلانے کی اجازت
دی ہے چنانچہ فرمایا ہے یاایھا
النبی حسبک اللہ ومن اتبعک
من المؤمنین بعد اس کے اپنے نبی
کی پیروی کرنے والے مسلمانوں کا ذکر
(اس آیت میں یوں) فرمایا محمد
رسول اللہ والذین معہ اشداء

ومثلهم فی الانجیل وقال
یوم لا یخزی الله النبی
والذین امنوا معه نورهم
یسعی بین ایدیهم وبایمانهم
یعنی اولئك المومنین و
قال قد افلح المؤمنون ثم
حلاهم ووصفهم کیلا
یطمع فی اللمات بهم الا من
کان منهم فقال فیما حلاهم
به ووصفهم الذین هم فی
صلوٰتهم خاشعون والذین
هم عن اللغو معرضون الیٰ
قوله واولٰئك هم الوارثون
الذین یرثون الفردوس هم
فیها خالدون وقال فی
وصفهم وحلیتهم ایضا الذین
لا یدعون مع الله الٰها اٰخر
ولا یقتلون النفس التی حرم
الله الا بالحق ولا یزنون

علی الکفار رحماء بینهم ترٰهم
رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله
ورضوانا سیماهم فی وجوههم
من اثر السجود ذلك مثلهم فی
التوراة ومثلهم فی الانجیل
اور نیز (اکثر مسلمانوں کے حال میں)
فرمایا ہے یوم لا یخزی الله النبی
والذین امنوا معه نورهم یسعی
بین ایدیهم وبایمانهم مراد (ان
آیتوں میں) وہی مسلمان ہیں پھر اللہ نے
(ان کی شان میں یہ بھی) فرمایا قد افلح
المومنون پھر خدا نے ان کا حلیہ اور
وصف بیان کر دیا تاکہ جو شخص ان میں
سے نہ ہو وہ ان میں ملنے کی آرزو نہ کرے
چنانچہ ایک حلیہ اور ایک وصف انکا
یہ بیان کیا الذین هم فی صلوٰتهم
خاشعون والذین هم عن اللغو
معرضون الی قوله اولئك هم الوارثون
الذین یرثون الفردوس هم فیها

ومن يفعل ذلك يلق اثاما
يضاعف له العذاب يوم
القيامة ويخلد فيه مهانا
ثم اخبر انه اشترى من
هؤلاء المؤمنين ومن كان
على مثل صفتهم نفسهم
واموالهم بان لهم الجنة
يقاتلون في سبيل الله
فيقتلون ويقتلون وعدا
عليه حقا في التورية و
الانجيل والقران ثم ذكر
وفاءهم لعهده ومبايعته
فقال ومن اوفى بعهده من
الله فاستبشروا ببيعكم
الذي بايعتم به ذلك هو
الفوز العظيم فلما نزلت
هذه الاية ان الله اشترى
من المؤمنين انفسهم و
اموالهم بان لهم الجنة

خالدون پھر ان کا ایک اور حلیہ اور
وصف بیان کر دیا تاکہ جو شخص ان میں
سے نہ ہو وہ ان میں ملنے کی آرزو
کرے چنانچہ ان کے وصف میں
فرمایا الذین لا یدعون مع اللہ
الہا آخر پھر اللہ نے یہ بھی خبر دی
کہ خدا نے ان مسلمانوں سے اور جو
ان کی صفت پر ہیں ان سے ان کی
جان اور مال اس وعدہ پر مول لیے
ہیں کہ ان کو جنت ملے گی وہ اللہ کی
راہ میں لڑتے ہیں اور مارتے ہیں اور
مارے جاتے ہیں یہ وعدہ اللہ پر
ثابت ہے توریت و انجیل اور قرآن
میں (مذکور ہے) پھر اللہ نے ان کے
وعدہ اور بیعت کے پورا کرنے کا
ذکر کر کے فرمایا ہے کہ ومن اوفی
بعہدہ من اللہ فاستبشروا
ببیعکم الذی بایعتم بہ ذلک
ہو الفوز العظیم جب یہ آیت

فامر رجل الی النبی صلی اللہ
علیہ والہ فقال یا نبی اللہ
ارایتک الرجل یاخذ سیفہ
فیقاتل حتی یقتل الا انہ
یقترف من ھذہ المحارم
اشھید ھو فانزل اللہ
عزوجل علی رسولہ التائبون
العابدون الحامدون
السائحون الراکعون
الساجدون الآمرون
بالمعروف والناھون عن
المنکر والحافظون لحدود
اللہ وبشر المؤمنین ففسر
النبی صلی اللہ علیہ والہ
المجاھدین من المؤمنین
الذین ھذہ صفتھم وحلیتھم
بالشھادۃ والجنۃ وقال
التائبون من الذنوب
العابدون الذین لا یعبدون

نازل ہوئی کہ ان اللہ اشتری من
المومنین انفسھم واموالھم بان
لھم الجنۃ تو ایک شخص نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے
عرض کیا کہ یا نبی اللہ کوئی شخص تلوار لے کر
جہاد میں مشغول ہو جائے یہاں تک کہ قتل
کر دیا جائے مگر وہ محرمات کا ارتکاب
کیا کرتا تھا یہ شخص شہید ہوگا اس کے
جواب میں اللہ عزوجل نے یہ آیت
نازل کی التائبون العابدون
الحامدون السائحون الراکعون
الساجدون الآمرون بالمعروف
والناھون عن المنکر والحافظون
لحدود اللہ وبشر المومنین نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے تفسیر میں بیان فرمایا کہ مومنین
سے وہ مجاہدین مراد ہیں جو ان اوصاف
کے ساتھ موصوف ہوں انھیں کو جنت
کی اور شہادت کی بشارت دی جاتی ہے
اور فرمایا کہ تائبوں سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے

الا الله ولا یشرکون به شیئا
الحامدون نعمة الله علی
کل حال فی الشدة والرخاء
السائحون وهم الصائمون
الراکعون الساجدون والذین
یواظبون علی صلوٰة الخمس
والحافظون لها والحافظون
علیها برکوعها وسجودها وفی
الخشوع فیها فی اوقاتها
الآمرون بالمعروف بعد
ذلك والعاملون به والناهون
عن المنکر والمنتهون عنه قال
فبشرهم من قتل وهو قائم
بهذه الشروط بالشهادة
والجنة ثم اخبر تبارك
وتعالیٰ انه لم یامر بالقتال
الا اصحاب هذه الشروط
فقال عزوجل اذن للذین
یُقاتلون بانهم ظلموا و

گناہوں سے توبہ کرلی ہو اور عابدون
سے مراد یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت
کرتے ہوں اس کے ساتھ شرک
نہ کرتے ہوں عابدون سے مراد یہ کہ
کہ صرف اللہ کی عبادت کرتے ہوں
اس کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں
حامدون سے مراد یہ ہے کہ تکلیف
اور آرام غرض ہر حال میں اللہ کا شکر
کیا کرتے ہوں سائحون سے مراد یہ کہ
کہ روزہ دار ہوں راکعون ساجدون سے
مراد یہ ہے کہ پنجگانہ نمازوں کا التزام
رکھتے ہوں اور خشوع اور خضوع کے
ساتھ وقت پر نماز پڑھتے ہوں اور
آمرون بالمعروف سے مراد یہ ہے
کہ ان سب باتوں کے بعد اچھی باتوں
پر خود بھی عمل کرتے ہوں دوسروں کو
بھی حکم دیتے ہوں ناہون عن المنکر
سے مراد یہ ہے کہ بری باتوں سے
خود بھی پرہیز کرتے ہوں دوسروں کو بھی

ان اللہ علی نصرہم لقدیر الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ وذلک ان جمیع ما بین السماء والارض للہ عز وجل ولرسولہ ولاتباعہ من المومنین من اہل ہذہ الصفۃ فما کان من الدنیا فی ایدی المشرکین والکفار والظلمۃ والفجار من اہل الخلاف لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ والمولی عن طاعتہما مما کان فی ایدیہم ظلموا فیہ المومنین من اہل ہذہ الصفات وغلبوہم علیہ مما افاء اللہ علی رسولہ فہو حقہم افاء

منع کرتے ہوں پس جو لوگ ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہونے کی حالت میں قتل کیے گئے تھے ان کو شہادت کی اور جنت کی بشارت دیدی گئی پھر اللہ بزرگ و برتر نے یہ بھی بیان کر دیا کہ اس نے جہاد کا حکم انہیں لوگوں کو دیا جو ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہیں چنانچہ فرمایا اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ اور ان لوگوں کا مظلوم ہونا اس سبب سے ہے کہ جتنی چیزیں آسمان اور زمین کے درمیان میں ہیں وہ سب اللہ اور رسول اور ان ایمانداروں کی ہیں جو ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوں پس دنیا کا جس قدر حصہ کافروں اور ظالموں اور فاجروں غرض ان لوگوں کے ہاتھ میں تھا جو رسول خدا

الله علیهم وردوه الیهم
وانما معنی الفیء کلما صار
الی المشرکین ثم رجع
مما کان قد غلب علیه
او فیه فما رجع الی مکانه
من قول او فعل فقد فاء
مثل قول الله عز وجل
فان فاءوا فان الله غفور
رحیم ای رجعوا ثم قال
وان عزموا الطلاق فان
الله سمیع علیم وقال
وان طائفتان من المومنین
اقتتلوا فاصلحوا بینهما
فان بغت احدهما علی
الاخری فقاتلوا التی
تبغی حتی تفیء الی امر الله
ای ترجع فان فاءت ای
رجعت فاصلحوا بینهما
بالعدل واقسطوا ان الله

صلے اللہ علیہ وآلہ کے مخالف اور
ان کی اطاعت سے منحرف تھے
وہ اس حصہ دنیا کے متعلق ان صفات
کے مسلمانوں پر ظلم کر رہے تھے اور
ان کے حق کو دبائے ہوئے تھے
جو کچھ اللہ نے (بذریعہ جہاد کے)
مال غنیمت اپنے رسول کو دیا وہ اصل
مسلمانوں کا حق تھا کہ خدا نے انھیں
واپس دلایا فے کے معنی یہی ہیں کہ کوئی
چیز مشرکوں کے قبضہ میں چلی گئی تھی
وہ پھر مسلمانوں کے پاس واپس آگئی
جو چیز اپنے اصلی مقام پر لوٹ جائے
خواہ وہ فعل ہو یا قول تو اس کو کہتے
ہیں فاء جیسے اللہ کے اس قول میں
فان فاءوا فان اللہ غفور رحیم
یعنی وہ لوگ اگر ارادہ طلاق سے لوٹ
جائیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے
اسکے بعد فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ طلاق
کا ارادہ کریں تو اللہ سنتا اور جانتا ہے

يحب المقسطين يعني بقوله
تفئ ترجع فذلك الفئ سبيل
على ان الفئ كل راجع الى
مكان قد كان عليه او فيه
و يقال للشمس اذا زالت
قد فاءت الشمس حين
تفئ الفئ عند رجوع
الشمس الى زوالها و
كذلك مما افاء الله على
المومنين من الكفار فانما
هي حقوق المومنين رجعت
اليهم بعد ظلم الكفار
اياهم فذلك قوله اذن
للذين يقاتلون بانهم
ظلموا ما كان المومنون
احق به منهم وانما اذن
للمومنين الذين قاموا
بشرائط الايمان التي
وصفنا ما وذلك انه

اور (ایک دوسرے مقام پر) فرمایا ہے
وان طائفتان من المومنین اقتتلوا
فاصلحوا بینهما فان بغت احدٰهما
علے الاخرٰی فقاتلوا التی تبغی
حتے تفئ الی امر اللہ فان فاءت
فاصلحوا بینهما بالعدل واقسطوا
ان اللہ یحب المقسطین یہ دلیل
ہے اس بات کی کہ فے اس چیز کو کہتے
ہیں جو اپنے اسی مقام پر لوٹ جاے
جہاں وہ پہلے تھی آفتاب کو جب
زوال ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں فاءت
الشمس اسی طرح جو چیزیں اللہ نے
مسلمانوں کو کافروں سے دلائیں وہ
مسلمانوں کا حق تھیں بعد اس کے
کہ ان پر ظلم کر کے چھین لی گئی تھیں پھر
ان کو واپس ملیں اسی وجہ سے اللہ نے
فرمایا اذن للذین یقاتلون بانهم
ظلموا کیونکہ ان چیزوں کے حقدار مسلمان
تھے نہ کافر یہ اجازت صرف انھیں

لا یکون ماذونا له فی
القتال حتی یکون مظلوما
ولا یکون مظلوما حتی
یکون مومنا ولا یکون مومنا
حتی یکون قائما بشرائط الایمان
التی اشترطا الله تعالی عز
وجل علی المومنین والمجاهدین
فاذا تکاملت فیه شرائط
الله عزوجل کان مومنا
واذا کان مؤمنا کان مظلوما
واذا کان مظلوما کان ماذونا
له فی الجهاد لقوله عزوجل
اذن للذین یقاتلون بانهم
ظلموا وان الله علی نصرهم
لقدیر وان لم یکن مستکملا
لشرائط الایمان فهو ظالم
ممن یبغی ویجب جهاده
حتی یتوب ولیس مثله ماذون
له فی الجهاد والدعاء الی الله

مسلمانوں کو دی گئی ہے جو شرائط ایمان
کے ساتھ قائم ہوں جن کا بیان ہم کر چکے
ہیں اس لئے کہ جب تک کوئی شخص مظلوم
نہ ہو اس کو جہاد کی اجازت نہیں مل سکتی
اور مظلوم نہیں ہو سکتا جب تک کہ مومن
نہ ہو اور مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ
اللہ عزوجل کے ان شرائط پر قائم نہ ہو
جو اس نے مومنین اور مجاہدین کے لئے
مقرر کئے ہیں جب اس میں یہ سب
شرطیں کامل ہوں گی تو وہ مومن ہوگا اور
جب مومن ہوگا تو مظلوم ہوگا اور جب
مظلوم ہوگا تو اس کے لئے جہاد کی
اجازت اسی آیت سے ثابت ہے
اذن للذین یقاتلون بانهم
ظلموا وان الله علی نصرهم
لقدیر اور اگر کسی میں یہ شرائط ایمان
کامل نہوں تو وہ ظالم ہے باغی ہے
اس کے اوپر جہاد واجب ہے یہانتک
کہ توبہ کرے اس کے لئے نہ جہاد کی

عز وجل لانه ليس من المؤمنين
المظلومين الذين اذن لهم
فى القرآن فى القتال فلما
نزلت هذه الاية اذن
الذين يقاتلون بانهم
ظلموا فى المهاجرين الذين
اخرجهم اهل مكة من ديارهم
واموالهم احل لهم جهادهم
بظلمهم اياهم واذن لهم
فى القتال فقلت هذه
نزلت فى المهاجرين بظلم
مشركى اهل مكة لهم
فما بالهم فى قتالهم
كسرى وقيصر ومن دونهم
من مشركى قبائل العرب
فقال كان انما اذن لهم
فى قتال من ظلمهم من
اهل مكة فقط لم يكن لهم
الى قتال جموع كسرى و

یہاں تک کہ توبہ کرے اس کے لئے نہ جہاد
کی اجازت ہے نہ اللہ عزوجل کی طرف
بلانے کی کیونکہ وہ ان مظلوم مومنوں میں
سے نہیں ہے جن کو جہاد کی اجازت ملی
ہے جب آیت اذن للذین یقاتلون
بانهم ظلموا مہاجرین کے حق میں نازل
ہوئی جن کو اہل مکہ نے ان کے گھروں
سے اور ان کے مالوں سے نکال دیا
تھا تو مہاجرین کو بہ سبب ان کے
مظلوم ہونے کے اہل مکہ سے جہاد کرنا
جائز کردیا گیا ہے میں نے عرض کیا
کہ یہ آیت مہاجرین کے حق میں نازل
ہوئی بہ سبب اس کے کہ مشرکین مکہ
نے ان پر ظلم کیا تھا پھر مہاجرین نے
جو کسریٰ و قیصر وغیرہ مشرکین قبائل عرب
سے جہاد کیا اس کا کیا حال ہے امام نے
فرمایا کہ اگر یہی ہوتا کہ انہیں صرف
اہل مکہ کے ظالموں سے جہاد کی اجازت
ملی ہوتی تو کسریٰ و قیصر اور مکہ کے علاوہ

قيصروغيراهل مكة من قبائل
العرب سبيل لان الذين
ظلموهم غيرهم وانما اذن
لهم في قتال من ظلمهم من
اهل مكة لاخراجهم
اياهم من ديارهم واموالهم
بغير حق ولو كانت الاية انما
علت المهاجرين الذين ظلمهم
اهل مكة كانت الاية مرتفعة
الفرض عن بعدهم اذا لم يبق
من الظالمين والمظلومين احد
وكان فرضها مرفوعا عن الناس
بعدهم اذا لم يبق من الظالمين
والمظلومين احد وليس لما
ظننت ولا كما ذكرت ولكن
المهاجرين ظلموا من جهتين
ظلمهم اهل مكة باخراجهم من
ديارهم واموالهم فقاتلوهم
باذن الله لهم في ذلك وظلمهم

دوسرے قبائل عرب سے جہاد کرنے
کی انھیں کوئی سبیل نہ تھی کیونکہ یہ وہ لوگ
نہ تھے جنھوں نے ان پر ظلم کیا ہو اور
انھیں صرف اہل مکہ سے جہاد کی اجازت
ملی تھی کیونکہ انھوں نے ان کو ان کے
گھروں اور مالوں سے ناحق نکالا تھا
اگر اس آیت میں صرف وہی مہاجرین
مراد ہوں جن پر اہل مکہ نے ظلم کیا تھا
تو اس آیت کو کوئی تعلق بعد والوں
سے نہ رہے گا جبکہ نہ ان ظالموں میں سے
کوئی باقی رہا نہ مظلوموں میں سے
پس فرض جہاد ان کے بعد سب لوگوں
سے اٹھ جائے گا مگر ایسا نہیں ہے
جیسا تم نے خیال کیا در اصل بات
یہ ہے کہ مہاجرین پر دو طرح کے ظلم
ہوئے اہل مکہ نے ان پر ظلم کیا کہ
ان کو ان کے گھروں سے اور ان کے
مالوں سے نکالا پس انھوں نے اللہ تعالیٰ
کی اجازت سے اہل مکہ سے جہاد کیا

كسرى وقيصر ومن كان دونهم
قبائل العرب والعجم بما كان في
ايديهم مما كان المؤمنون احق
به منهم فقد قاتلوهم باذن
الله عز وجل لهم في ذلك و
بحجة هذه الآية يقاتل
مؤمنوا كل زمان وانما اذن
الله عز وجل للمؤمنين الذين
قاموا بما وصف الله عز وجل
من الشرائط التي شرطها
الله على المؤمنين في الايمان
والجهاد ومن كان قائما
بتلك الشرائط فهو مؤمن
وهو مظلوم ومأذون له في
الجهاد بذلك المعنى ومن
كان على خلاف ذلك فهو
ظالم وليس من المظلومين
وليس بمأذون له في القتال
ولا بالنهي عن المنكر والامر

اور کسریٰ اور قیصر اور نیز اور قبائل عرب
عجم نے بھی مہاجرین پر ظلم کیا کیونکہ جس قدر
اموال ان کے قبضہ میں تھے ان کے
حقدار مسلمان تھے نہ وہ پس انھوں نے
اللہ عز وجل کی اجازت سے کسریٰ و قیصر
سے جہاد کیا اور اسی آیت کی دلیل سے
ہر زمانے کے مسلمان جہاد کر سکتے ہیں
اللہ عز وجل نے انھیں مومنوں کو اس آیت میں
اجازت دی ہے جو اللہ کے بیان کئے ہوئے شرائط پر
قائم ہوں جو اللہ نے مومن و مجاہد ہونے کیلئے بیان کئے
جو شخص ان شرائط پر قائم ہو وہی مومن ہے وہی
مظلوم ہے اور اسی کو جہاد کی اجازت ہے اور
جو ایسا نہ ہو وہ ظالم ہے مظلوم نہیں
ہے اس کو نہ جہاد کی ضرورت ہے
نہ بری باتوں سے (کسی کو) منع کرنے
کی اور نہ اچھی باتوں کا حکم دینے کی
کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں ہے اور
اس کو خدا کی طرف بلانے کی اجازت
نہیں ہے کیونکہ یہ مثل ان لوگوں کے

بالمعروف لانہ لیس من اھل
ذالک ولا ماذون لہ فی الدعاء
الی اللہ عزوجل لانہ لیس بمجاھد
مثلہ وامر بدعائہ الی اللہ و
لا یکون مجاھدا من قد امر
المومنون بجہادہ وحضر
الجہاد علیہ ومنعہ منہ ولا
یکون داعیا الی اللہ عزوجل
من امر بدعاء مثلہ الی التوبۃ
والحق والامر بالمعروف والنھی
عن المنکر ولا یامر بالمعروف
من قد امر ان یومر بہ ولا
ینھی عن المنکر من قد امر ان
ینھی عنہ فمن کانت قد تمت
فیہ شرائط اللہ عزوجل التی
وصف بھا اھلھا من اصحاب
النبی صلے اللہ علیہ وآلہ
وھو مظلوم فھو ماذون لہ
فی الجہاد کما اذن لھم

نہیں ہے اور اس کو خدا کی طرف
بلانے کا حکم ہوا ہے مجاہد کیونکر ہو سکتا ہے
جس کے اوپر خود جہاد کرنے کا مسلمانوں
کو حکم ہوا ہو اور اس کے لئے جہاد کی
ممانعت کردی گئی ہو اور اللہ عزوجل
کی طرف وہ شخص کیونکر بلا سکتا ہے جس کی
بابت خود یہ حکم ہو کہ وہ توبہ کی طرف
اور دین حق کی طرف اور امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کی طرف بلایا جائے
امر بالمعروف وہ شخص نہیں کر سکتا جسکی
بابت خود حکم ہو کہ اسے امر بالمعروف
کیا جائے اور نہی منکر وہ شخص
کیونکر کر سکتا ہے جس کے لئے
خود حکم ہو کہ اسے نہی منکر
کی جائے پس جس شخص کی
ذات میں اللہ عزوجل کے
وہ شرائط جن کے ساتھ
اس نے ان شرائط کے اہل کو
جو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ کے

في الجهاد ولان حكم الله عز
وجل في الاولين والآخرين
وفرائضه عليهم سواء الا
من علة او حادثة يكون
الاولون والآخرون ايضا
في منع الحوادث شركاء و
الفرائض عليهم واحدة
يسأل الآخرون من اداء
الفرض عما يسأل عنه الاولون
ويحاسبون عما به يحاسبون
ولم يكن على صفة من اذن
الله له في الجهاد من المومنين
وليس بماذون له فيه حتى
يفيء بما شرط الله عز وجل
عليه فاذا تكاملت فيه شرائط
الله عز وجل على المومنين
والمجاهدين فهو من الماذونين
لهم في الجهاد فليتق الله عز
وجل عبد ولا يغتر بالاماني

اصحاب سے تھے موصوف فرمایا ہے
کامل طور پر پائے جائیں وہ مظلوم ہے
اور اسے جہاد کی اجازت ہے جس
طرح اصحاب نبی کو جہاد کی اجازت تھی
کیونکہ اللہ کا حکم اگلے پچھلوں سب کو
شامل ہے اور اس کے فرائض سب پر
یکساں ہیں سوا اس صورت کے کہ کوئی
خاص سبب پیدا ہو جائے سوا اس خاص
سبب میں بھی اگلے اور پچھلے سب
شریک ہیں پچھلوں سے بھی ان فرائض
کے ادا کرنے کا سوال ہوگا جن کا سوال
اگلوں سے ہوگا اور پچھلوں سے بھی
ان اعمال کا حساب لیا جائے گا جن کا
حساب اگلوں سے لیا جائے گا اور
جو شخص ان مسلمانوں کے مثل نہ ہو
جن کو اللہ نے جہاد کی اجازت دی
تھی تو وہ مجاہد بننے کے قابل نہیں ہے
اس کو جہاد کی اجازت نہیں ہوگی یہاں تک
کہ وہ ان شرطوں کی طرف رجوع کرے

التی ھی لله عز وجل عنها
من هذه الاحادیث الکاذبة
علی الله التی یکذب بها القرآن
ویتبرأ منها ومن حملتها و
رواتها ولا یقدم علی الله
عز وجل بشبهة لا یعذر
بها فانه لیس وراء المعترض
للقتل فی سبیل الله منزلة
یؤتی الله من قبلها وهی غایة
الاعمال فی عظم قدرها
فلیحکم امرء لنفسه ولیرها
کتاب الله عز وجل ویعرضها
علیه فانه لا احد اعرف
بالمرء من نفسه فان وجدها
قائمة بما شرط الله علیه
فی الجهاد فلیقدم علی الجهاد
وان علم تقصیرا فلیصلحها
ولیقمها علی ما فرض الله
علیها من الجهاد ثم لیقدم

جو اللہ عزوجل نے اس بارہ میں قائم
کی ہیں جب اس میں وہ شرطیں کامل
ہو جائیں گی جو اللہ عزوجل نے مومنین
اور مجاہدین کیلئے قائم کی ہیں تو وہ جہاد
کا مجاز ہو جائے گا مگر اللہ عزوجل
سے ہرہ کو ڈرنا چاہیئے اور ان
آرزوؤں پر مغرور ہونا چاہیے جن سے
خدا نے منع کیا ہے ان جھوٹی حدیثوں
سے پرہیز کرنا چاہیئے جو اللہ پر
افترا کی جاتی ہیں قرآن جن کی تکذیب
کرتا ہے اور ان سے اور ان کے
سننے والوں اور روایت کرنے والوں
سے بیزاری ظاہر کرتا ہے اور کوئی
شخص اللہ عزوجل کے سامنے کسی
شبہ کے ساتھ جس میں وہ معذور نہ
قرار پائے نہ جائے کیونکہ اللہ کی
راہ میں قتل کے لئے مستعد ہونے والے
سے زیادہ کوئی رتبہ نہیں ہے یہ
تمام عظیم الشان اعمال میں زیادہ قابل قدر

بجهاد هي طاهرة مطهرة من
كل ولش يحول بينهما وبين
جهادها ولسنا نقول لمن
اراد الجهاد وهو على خلاف ما
صفنا من شرائط الله عز
وجل على المومنين المجاهدين
لا تجاهد ولكن نقول قد
علمنا كما شرط الله عز
وجل على اهل الجهاد الذين
بايعهم واشترى منهم انفسهم
واموالهم بالجنان ليصلح
امرأ ما علم من نفسه من
تقصير عن ذلك وليعرضها
على شرائط الله فان رای
انه قد وفى بها وتكاملت
فيه فانه ممن اذن الله
عز وجل له في الجهاد
وان ابى ان لا يكون
مجاهدا على ما فيه

پس چاہیے کہ آدمی اپنے نفس کو پیش
کر دے کیونکہ اپنے سے زیادہ اپنا
حال کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا پس اگر
اپنے نفس کو ان شرائط پر قائم دیکھے
جو اللہ عز وجل نے جہاد کی متعلق لگائی
ہیں تو جہاد کا ارادہ کرے جہاد کیلئے
ایسی حالت میں چاہئے کہ اس کا نفس
تمام ان کثافتوں سے پاک ہو جو اسکے
اور جہاد کے درمیان میں حائل ہوں
جو شخص جہاد کا ارادہ کرے ہم اس سے
نہ کہیں گے کہ وہ اللہ عز وجل کی شرائط
کے خلاف ہے جو اس نے مومنین و
مجاہدین کے متعلق بیان فرمائی ہیں اور
ہم کسی سے نہ کہیں گے کہ) تم جہاد نہ کرو
بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ اس جہاد کے لئے
جن سے اللہ نے بیعت لی اور بعوض
جنت کے ان کی جان و مال خرید لی کچھ
جو شرطیں اللہ عز وجل نے لگائی ہیں
وہ ہم نے تمھیں بتا دیں پس چاہیے کہ

من الاصرار على المعاصي والمحارم والاقدام على الجهاد لتخبيط والعمى والقدوم على الله عز وجل بالجهل والروايات الكاذبة فلقد لعمري جاء الاثر فيمن فعل هذا الفعل ان الله عز وجل ينصر هذا الدين باقوام لا خلاق لهم فليتق الله عز وجل امرء وليحذر ان يكون منهم فقد بين

کہ اگر کوئی شخص اپنے نفس میں کچھ قصور پائے تو اس کی اصلاح کرلے اور اپنے نفس کو اللہ کی شرطوں پر پیش کرے اگر دیکھے کہ وہ شرطیں اس میں ہیں اور کامل ہیں تو (سمجھ لے کہ) وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو اللہ عزوجل نے جہاد کی اجازت دی ہے اور اگر وہ باوجود اصرار کے معاصی اور محرمات پر جہاد کرنے سے باز نہ آئے اور خبط اور نابینائی اور جہالت اور جھوٹی روایتوں کے ساتھ اللہ کے یہاں جانے پر اصرار کرے تو قسم ہے مجھے اپنی جان کی جو لوگ ایسا کام کریں تو ان کے متعلق حدیث وارد ہوئی ہے کہ اللہ عزوجل اس دین کو ایسے لوگوں سے مدد پہنچائے گا جن کو (آخرت میں) کچھ حصہ نہیں ہے پس آدمی کو اللہ عزوجل سے ڈرنا چاہیے اور اس بات سے بچنا چاہیے کہ کہیں ان لوگوں

لکم ولا عذر لکم
بعد البیان فی
الجھل ولا قوۃ
الا باللہ وحسبنا اللہ
علیہ توکلنا والیہ
المصیر۔

میں سے نہ ہو جائے۔ اب ہم نے
خوب واضح بیان کر دیا گیا اور بعد
بیان کر دینے کے ناواقفی کا عذر
رہنا جائے گا اور قوت وطاقت
اللہ ہی کی طرف ہے وہی ہمارے
لئے کافی ہے اور اسی کی طرف
سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

اگرچہ یہ حدیث

ہم نے اس مقام پر محض اس لئے نقل کی تھی کہ اس میں امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت ہے ان کے متعلق اللہ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ ان سے اللہ نے رجس (یعنی ناپاکی) کو دور کر دیا اور انھیں خوب پاک کر دیا اور آگے چل کر امام نے یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ جن کو جہاد کی اجازت ملی تھی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین تھے پس اگر رجس کا دور کر دینا اور پاک کر دینا عصمت کو مستلزم ہے تو چاہیئے کہ صحابہ مہاجرین بدرجہ اولیٰ معصوم ہوں کیونکہ خدا نے ان کی تطہیر کو بصیغہ ماضی بیان فرمایا ہے کہ ان سے رجس کو دور کر دیا اور انھیں پاک کر دیا اور اہل بیت کی تطہیر تو بصیغہ مستقبل بیان فرمائی ہے اس عنوان سے

کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان سے رجس کو دور کردے ان دونوں عنوانوں میں
جو فرق ہے وہ ایک میزان پڑھنے والے مبتدی سے بھی پوشیدہ نہیں
رہ سکتا سخت تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اسی لفظ سے جو بصیغہ مستقبل
وارد ہے اہل بیت کا معصوم ہونا ثابت کرتے ہیں اور صحابہ کرام کے حق
میں یہی لفظ جو بصیغہ ماضی وارد ہے اس سے ان کی عصمت نہیں ثابت
کرتے بلکہ معاذ اللہ کو تمام دنیا کے معاصی قبیحہ اور فسق و فجور کا مخزن یقین
کرتے ہیں نعوذ باللہ من ہذا السفہ والطغیان گو ہمارا مقصود اس حدیث سے
صرف اسی قدر تھا جو بحمداللہ حاصل ہو گیا مگر چونکہ اس حدیث سے اور
بھی بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں اور وہ فوائد ایسے ہیں کہ ان کے
سننے سے شیعوں کے بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے لہذا بطور نمونہ ان میں سے
چند فوائد بیان کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ شیعوں میں اگر کچھ لوگ
منصف مزاج ہوں گے تو ان فوائد کو دیکھ کر اس مذہب سے قطعاً بیزار
ہو جائیں گے اور یقین کرلیں گے کہ اہل بیت پر یہ سب افترا ہے وہ
حضرات صحابہ کرام کے مناقب و محامد کے نہایت معتقد اور سنی پاک
عقیدہ تھے۔

اس حدیث کے فوائد

(۱) دین اسلام کی طرف لوگوں کو بلانا اور فی سبیل اللہ جہاد کرنا انھیں

لوگوں کے لئے جائز ہے جو مظلوم ہوں اور کوئی شخص مظلوم نہیں ہوسکتا جب تک کہ مومن نہ ہو اور مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ ان دس صفتوں کے ساتھ موصوف نہ ہو۔ غیر اللہ کی عبادت نہ کرتا ہو۔ اس کے ایمان میں شرک کی آمیزش نہ ہو۔ کافروں پر سخت اور مسلمانوں پر مہربان ہو۔ اللہ کی رضامندی کا طالب ہو۔ قتل ناحق اس سے صادر نہ ہوتا ہو۔ زناکار نہ ہو۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہو ہر حال میں اللہ کا شکر کرتا ہو۔ روزہ اور نماز کا خوب پابند ہو۔ عبادت الٰہی میں خشوع وخضوع کی کیفیت اسے حاصل ہو۔

(۲) جس شخص میں دس اوصاف مذکورہ بالا پائے جائیں وہ مومن ہے اور مظلوم ہے اور اس کے لئے آیت اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا میں جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت مذکور ہے۔

(۳) اسی آیت کے رو سے ہر زمانے کے مسلمان جو ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوں جہاد کر سکتے ہیں

(۴) یہ آیت دراصل مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی تھی جبکہ کفار مکہ نے ان پر ظلم کیا اور ان کو ان کے گھروں اور جائدادوں سے نکالا۔

(۵) مہاجرین نے اسی آیت کے رو سے بحکم خدا مکہ میں جہاد کیا اور اسی آیت کی رو سے بحکم خدا انھوں نے کسریٰ وقیصر یعنی ایران وروم میں جہاد کیا

(۶) یہ آیت گو مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی تھی مگر جو شخص ان دس اوصاف کے ساتھ موصوف ہو جو اللہ نے اصحاب نبی کے حق میں بیان

فرمائے ہیں اس کو بھی یہ آیت شامل ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے اصحاب نبی کے حق میں بیان فرمایا ہے کہ ہم نے انکی ناپاکی دور کردی اور ان کو خوب پاک کردیا اور ان کے یہ اوصاف بیان فرمائے ہیں محمد رسول اللہ والذین معہ الخ یعنی محمد خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور اپنے آپس میں مہربان ہیں رکوع وسجدہ میں رہتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی طلب کیا کرتے ہیں یہ حالت ان کی تورات وانجیل میں مذکور ہے۔ نیز ان کے حق میں یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ نبی کو اور مسلمانوں کو رسوا نہ کرے گا ان کی روشنی ان کے ہر چہار طرف محیط ہوگی اور ان کے حق میں یہ بھی فرمایا کہ یقیناً وہ مومن کامیاب ہیں جو نماز میں خشوع کرتے ہیں اور لغو باتوں سے درگذر کرتے ہیں یہ لوگ جنت الفردوس کے وارث ہیں یہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور قتل ناحق نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے پھر خدا نے یہ بھی انکے حق میں فرمایا کہ ہم نے ان کا جان ومال بعوض جنت کے مول لے لیا ہے پھر یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ اپنے عہد کو پورا کر چکے۔ پس جو شخص اصحاب نبی کے ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہو وہ خدا کی طرف سے جہاد کا مجاز ہے۔

(۸) جس شخص میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں اس کو چاہئے کہ ان اوصاف کے حاصل کرنے کے بعد جہاد کا ارادہ کرے۔

(۹) جو شخص ان اوصاف کے ساتھ موصوف نہ ہو اور وہ فی سبیل اللہ جہاد کرے وہ اس حدیث کا مصداق ہے کہ کبھی اللہ ان لوگوں سے اپنے دین کی

مدد کرا دیتا ہے جن کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہوتا۔

(۱۰) ان سب باتوں کے بیان کرنے کے بعد آخر حدیث میں امام جعفر صادق نے یہ بھی فرما دیا کہ دیکھو ہم تمام باتیں بیان کر چکے ہیں پس اب ہر شخص کو چاہیئے کہ جھوٹی حدیثوں کے افترا کرنے سے ڈرے جن کی قرآن تکذیب کرتا ہے اور جن سے اور جن کے راویوں سے قرآن بیزاری ظاہر کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اصحاب نبی کے مناقب ہم بحوالہ آیات قرآنی تم پر ظاہر کر چکے ہیں اب تم لوگ صحابہ کی مذمت کی حدیثیں جو گڑھا کرتے ہو ان سے باز آؤ وہ حدیثیں ان آیات قرآنی کے مخالف ہیں قرآن انکی تکذیب کرتا ہے اور ان سے بیزاری ظاہر کرتا ہے ان فوائد پر بنظر انصاف غور کرو اور دیکھو کہ صحابہ کرام اور خصوصاً مہاجرین کے کیسے اعلیٰ اعلیٰ مناقب بیان ہوئے ہوئے ہیں اب دشمنان اصحاب رسول بتائیں کہ امام جعفر صادق ان اوصاف کے بیان کرنے میں سچے تھے یا نہیں ولنعم ما قال صاحب النصیحۃ

اب اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ کسریٰ و قیصر سے قتال کرنے والا خلفائے ثلاثہ کے سوا اور کون تھا پس انھیں خلفا اور ان کے ساتھیوں کی نسبت امام جعفر صادق نے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ مہاجرین تھے اور ان پر اہل مکہ نے بھی ظلم کیا تھا اور کسریٰ و قیصر نے بھی ظلم کیا تھا اور ان سب سے انھوں نے اللہ کے حکم کے مطابق قتال کیا اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ امام عادل تھے ورنہ ان کے ساتھ ہو کر قتال جائز نہ ہوتا

اور ان کا جہاد اللہ کے حکم کے مطابق نہ ہوتا اور نیز وہ مومن کامل اور جہاد کی شرائط سے موصوف تھے الحمد للہ علے ثبوت المطلوب

امام جعفر صادق نے صاف فرمایا — جنھوں نے قیصر وکسریٰ کو کر دیا پامال
مجاہدین کے اوصاف سے وہ تھے موصوف — کیا انھوں نے باذن خدا جہاد و قتال
مناقب خلفاء کا ہوا ثبوت ایسا — کہ منکروں کو بھی انکار کی رہی نہ مجال

جناب مولانا حیدر علی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کا ایک ٹکڑا ابصارۃ العین میں نقل کیا تھا اس کے جواب میں شیعوں کے سلطان العلماء مولوی سید محمد صاحب کی حیرانی و بدحواسی قابل دید ہے۔ مجتہد صاحب خوب سمجھ گئے کہ اس حدیث سے صحابہ کرام خصوصاً شیخین کے مناقب اس وضاحت کے ساتھ ثابت ہو رہے ہیں کہ چون و چرا کی گنجائش باقی نہیں ہے یہ کون کہہ سکتا ہے کہ شیخین اور ان کے رفقا مہاجرین سے نہ تھے یہ کون کہہ سکتا ہے کہ کسرے و قیصر سے ان کے سوا کسی اور نے جہاد کیا بس مجتہد صاحب نے اس خوفناک منظر کو دیکھ کر اور ہر طرف سے راہ گریز مسدود پاکر نہایت سراسیمگی و بدحواسی میں جو جواب دیا ہے۔ وہ تشئید المبانی سے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے فرماتے ہیں۔

نہایت آنچہ ازیں حدیث ظاہر می شود اینست کہ مہاجرین ماذون بجہاد کسریٰ و قیصر بودند و حقیت خلافت خلفاء ازاں اصلا مستفاد	انتہائی بات جو اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے یہ ہے کہ مہاجرین جہاد کسری و قیصر کیلئے ماذون تھے اس سے خلفا کی حقیت خلافت مستفاد نہیں

نمی شود زیراکہ در احادیث معتمدہ اہلسنت وارد شدہ کہ جناب رسالتمآب مسلمین را خبر تسلط خلفائے جور و امر باطاعت آنہا نمودہ بود۔

ہوتی کیونکہ اہلسنت کی معتبر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جناب رسالتمآب نے مسلمانوں کو خلفائے جور کے تسلط کی خبر دی تھی اور ان کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔

ناظرین مجتہد صاحب کے ہوش و حواس کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں حاصل آپ کے جواب کا یہ ہوا کہ جہاد کسریٰ و قیصر کے لئے مہاجرین کے ماذون ہونے سے انکی حقیت خلافت لازم نہیں آتی افسوس مجتہد صاحب ہمارے استدلال پر غور نہیں کرتے نہ حدیث کے مضمون کو دیکھتے ہیں اس حدیث میں صرف یہی بیان نہیں ہوا کہ مہاجرین جہاد کسرےٰ و قیصر کے لئے ماذون تھے بلکہ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ کوئی شخص جہاد کے لئے ماذون نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ مومن کامل صالح الاعمال نہ ہو پس جب مہاجرین کا ماذون بجہاد ہونا مجتہد صاحب تسلیم کر چکے تو اب ان کے مومن کامل صالح الاعمال ہونے میں کیا چون و چرا کر سکتے ہیں اور جب ان کا مومن کامل صالح الاعمال ہونا ثابت ہو گیا تو ان کی حقیت خلافت بالبداہتہ ثابت ہو جائے گی۔

پھر مجتہد صاحب نے جو وجہ حقیت خلافت مستفاد نہ ہونے کی بیان فرمائی ہے وہ اور بھی لطیف ہے بالکل سوال از آسمان جواب از ریسمان کا مصداق ہے حقیت خلافت مستفاد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سنیوں کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے خلفائے جور کی اطاعت کا حکم دیا ہے اول تو سنیوں کی

حدیث کا ذکر اس مقام پر بالکل بے موقع اور خلاف اصول مناظرہ ہے کیونکہ یہ مقام دفع الزام کا ہے نہ الزام کا اور دفع الزام اپنی روایات سے ہوتا ہے نہ کہ خصم کی روایات سے دوسرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد صاحب نے نہ کلینی کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائی ہے نہ ہمارے استدلال کی ان کو خبر ہے کلینی کی حدیث میں اگر مہاجرین کا واجب الاطاعت ہونا مذکور ہوتا اور ہم اسی سے استدلال کرتے اور کہتے کہ واجب الاطاعت ہونے سے ان کا امام برحق ہونا لازم آتا ہے تو البتہ مجتہد صاحب یہ کہہ سکتے تھے کہ خلفائے جور کی اطاعت کا بھی حکم احادیث میں وارد ہوا ہے پس کسی کے واجب الاطاعت ہونے سے اس کا امام برحق ہونا لازم نہیں آتا ہمارا استدلال تو یہ ہے کہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے کہ مہاجرین جہاد کسرے و قیصر کے لئے خدا کی طرف سے مجاز تھے اور جہاد کیلئے خدا کی طرف سے وہی شخص مجاز ہوتا ہے جو مومن کامل صالح الاعمال ہو پس نتیجہ یہ نکلا کہ مہاجرین مومن کامل صالح الاعمال تھے اور جب مہاجرین کا مومن کامل صالح الاعمال ہونا اس حدیث سے ثابت ہوگیا تو اس سے بالضرور یہ نتیجہ نکل آئے گا کہ مہاجرین میں سے جو شخص امام تھا وہ امام برحق تھا اور مہاجرین جس کو امام برحق سمجھتے تھے وہ فی الواقع امام برحق تھا۔

دوسری تقریر ہمارے استدلال کی اس طرح پر ہے کہ اس حدیث میں مہاجرین کا جہاد کسرے و قیصر کے لئے مجاز ہونا بیان کیا گیا اور حسب اصول شیعہ جہاد کے لئے وہی شخص مجاز ہوتا ہے جو امام برحق ہو پس ثابت ہوگیا کہ

مہاجرین میں سے جو شخص امام تھا وہ امام برحق تھا۔ تیسری تقریر ہمارے استدلال کی اس طرح پر ہے کہ اس حدیث میں، امام جعفر صادق نے مہاجرین کو آیت محمد رسول اللہ اور آیت قد افلح المؤمنون اور آیت التائبون العابدون وغیرہ کا مصداق قرار دیا ہے پس جب وہ آیت کے مصداق تھے تو وہ ہرگز ظالم و فاسق نہیں ہو سکتے اور ان میں سے جو شخص کہ خلیفہ ہو وہ خلیفہ جور نہیں ہو سکتا بلکہ خلیفہ عادل و امام برحق ہوگا۔ ہمارے ان تمام استدلالوں سے مجتہد صاحب نے آنکھ بند کر لی اور ایک عجیب بے تکی بات کہی جس کو ہمارے استدلال سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔

مجتہد صاحب کا یہ فرمانا کہ جہاد کے لئے مجاز ہونے سے حقیت خلافت لازم نہیں آتی اور اس کی یہ وجہ بیان کرنا کہ خلفائے جور کی اطاعت کا حکم بھی وارد ہوا ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ زید مر گیا اور جب اس سے زید کے مرجانے کی دلیل پوچھی جائے تو وہ بیان کرے کہ نوشیرواں ایران کا بادشاہ تھا نوشیرواں کے بادشاہ ایران ہونے سے اور زید کے مرجانے سے کیا تعلق ہے اسی طرح مہاجرین کے واجب الاطاعت ہونے سے ان کی حقیت خلافت کے لازم نہ آنے کو ہمارے استدلال سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ہمارا استدلال ان کے واجب الاطاعت ہونے سے نہیں ہے

علمائے شیعہ کی یہ عادت قدیم سے ہے کہ جب کچھ نہیں بن پڑتا تو ایسی ناسمجھی کی باتیں شروع کر دیتے ہیں کہ خصم ان کو ناقابل خطاب سمجھ کر

چھوڑ دے۔ مولوی سید محمد صاحب نے کلینی کی یہ حدیث ضرور دیکھی ہو گی انھیں یہ ضرور معلوم ہو گا کہ نہ اس حدیث میں مہاجرین کا واجب الاطاعت ہونا مذکور ہے نہ اہل سنت ان کے واجب الاطاعت ہونے سے خلیفہ برحق کی خلافت ثابت کرتے ہیں مگر ان کو اس بات کے کہہ دینے میں کچھ بھی تامل نہ ہوا کہ واجب الاطاعت ہونے سے خلیفہ برحق ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ آنحضرت نے خلفائے جور کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے

اس کے بعد مجتہد صاحب نے اپنے منصب اجتہاد کی پوری طاقت ختم کر دی ہے اور بڑے فخر و مباہات کے ساتھ ایک نہایت دقیق بات پیدا کر دی ہے جو فی الحقیقت انھیں کا حصہ تھی فرماتے ہیں۔

و دریں مقام سرے دیگر ست تعرض بآں ضرور آں اینست کہ خلیفہ ثانی بلکہ خلفائے ثلثہ چوں برائے العین مشاہدہ نمودہ بودند کہ جناب ولایت مآب افضل و اعلم صحابہ است لہذا در اکثر امور عظام مثل جہاد و اجرائے حدود وغیرہ بطریق مشورہ مرضی مبارک جناب امیر دریافت می نمودند چنانچہ ایں امر بر تتبع خبیر ظاہر و روشن است و

اور اس مقام پر ایک سر اور ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ خلیفہ دوم بلکہ تینوں خلیفہ چونکہ آنکھ سے دیکھ چکے تھے کہ جناب ولایت مآب تمام صحابہ میں افضل و اعلم ہیں لہذا اکثر بڑے بڑے کاموں میں مثل جہاد اور اجرائے حدود وغیرہ کے بطور مشورہ کے جناب امیر کی مرضی مبارک دریافت کر لیا کرتے تھے چنانچہ یہ بات کتابوں کے دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے

کلام صدق نظام خلیفه ثانی لولا علی لهلک عمر و معضلة لا ابا حسن لها که در کتب معتمده اہل سنت وارد شده نیز دلالت صریح برآں دارد در خصوص جهاد فارس فاضل دہلوی نیز مشوره نمودن خلیفه ثانی باں حضرت مذکور ساخته پس بریں تقدیر ماذون بودن مهاجرین و انصار برائے جهاد فارس و شام وغیره مستغنی عن البیان ست وانچه جناب امام جعفر صادق درباب اذن آنها فرموده بسبب اذن دادن جناب امیر بوده نه بسبب حقیت خلافت خلفاء ثلثه

اور کلام صدق نظام خلیفه دوم کا کہ اگر علی نہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے اور یہ ایسی مشکل ہے کہ ابو الحسن نہیں ہیں جو کہ اہل سنت کی معتبر کتابوں میں وارد ہوا ہے صریح دلالت اس بات پر کرتا ہے اور خاصکر جهاد فارس میں فاضل دہلوی اور صاحب تحفہ نے بھی خلیفه دوم کا آنجناب سے مشورہ کرنا ذکر کیا ہے پس اس صورت میں مهاجرین و انصار کا جهاد فارس و شام کے لئے مجاز ہونا محتاج بیان نہیں ہے اور جو کچھ امام جعفر صادق نے ان کے مجاز ہونے کے متعلق بیان کیا وہ بسبب اجازت دینے جناب امیر کے تھا نہ بسبب حقیت خلافت خلفاے ثلثہ کے ۔

مجتہد صاحب کی اس بے نظیر تحقیق و تدقیق کا ماحصل یہ ہے کہ جناب امیر سے خلفاء نے کسریٰ و قیصر سے جهاد کے لئے مشورہ طلب کیا تھا اور جناب امیر نے انکو اس جهاد کی اجازت دی تھی اسی وجہ سے امام جعفر صادق نے یہ فرمایا کہ مهاجرین جهاد کسریٰ و قیصر کے مجاز تھے

خدا کی طرف سے ان کو اجازت نہ تھی۔

شیعوں کو اپنے سلطان العلما کی اس بے نظیر تحقیق کی داد دینی چاہئے سبحان اللہ کیا عمدہ تحقیق ہے حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں کہ آیت اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا میں خدا نے مہاجرین و انصار کو جہاد کسرے و قیصر کی اجازت دی تھی جناب امیر کی اجازت کا تو وہاں نام بھی نہیں ہے پھر آگے چل کر امام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اسی آیت کی رو سے ہر زمانے کے مسلمان جہاد کر سکتے ہیں جتنے مومن کامل صالح الایمان ہیں سب کے لیے خدا نے اس آیت میں جہاد کی اجازت دیدی ہے اب بتائیے جناب امیر کی اجازت کا کیا تعلق رہ گیا۔

اور بالفرض اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ جناب امیر ہی نے اجازت دی تھی اور ان کی اجازت بعینہ خدا کی اجازت تھی لہذا امام نے کہہ دیا کہ خدا نے انھیں اجازت دی تھی تو بھی اس بات کا کیا علاج ہے کہ امام فرماتے ہیں خدا نے اس آیت میں انھیں اجازت دی ہے اور اگر اس سے بھی آنکھ بند کر لی جائے تو یہ سوال ہوتا ہے کہ آیا مہاجرین مومن کامل صالح الاعمال تھے یا نہیں اگر تھے تو ہو المطلوب اور اگر نہ تھے تو جناب امیر نے بخوشی اجازت دی یا بالجبر اگر بجبر ان سے اجازت لی گئی تو یہ اجازت فی الحقیقت اجازت نہیں کہی جا سکتی اور نہ ایسی مجبوری کی اجازت خدا کی اجازت قرار پا سکتی ہے اور اگر بخوشی اجازت دی تو جناب امیر نے حکم خدا کے خلاف کیا خدا نے تو ایسے لوگوں کے ورے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کو جہاد کی اجازت دینے کا اہل نہیں قرار

دیا جناب امیر نے ایسے لوگوں کو کیوں اجازت دی جناب مجتہد صاحب بدحواسی میں یہ سب کچھ لکھ گئے مگر انجام کار کا کچھ خیال نہ فرمایا۔

پھر مجتہد صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ خلفاء چونکہ دیکھ چکے تھے کہ جناب امیر تمام صحابہ میں اعلم وافضل تھے اس لئے ان سے مشورہ کرتے تھے ایک سفید جھوٹ ہے جس کی کوئی سند مجتہد صاحب نہیں پیش کر سکتے ہرگز خلفا کیا معنی اور صحابہ بھی جناب امیر کو اعلم وافضل نہ جانتے تھے بلکہ یہ رتبہ شیخین ہی کے ساتھ مخصوص تھا اب رہا مشورہ لینا یہ کوئی بات نہیں اعلیٰ ادنیٰ سے مشورہ لیا کرتا ہے دیکھیے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم رب العزت اپنی امت سے مشورہ لیا کرتے تھے حضرت عمرؓ جناب امیر سے زیادہ تر مشورہ اس لئے لیتے تھے کہ جناب امیر انکے عہد میں منصب وزارت پر مامور تھے اس منصب کی قابلیت جناب امیر میں بہت اچھی تھی چنانچہ خود انھوں نے فرمایا ہے جیسا کہ نہج البلاغت میں مذکور ہے کہ میرا وزیر ہونا بہ نسبت میرے خلیفہ ہونے کے تمھارے لئے زیادہ مفید ہے اب رہا حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا یہ انکی انتہا درجہ کی فروتنی اور کسر نفسی ہے جناب امیر کا رتبہ تو پھر بھی بڑا تھا حضرت عمر تو پردہ نشین عورتوں کو بھی اپنے سے بہتر اور برتر سمجھتے تھے ادنیٰ مسلمان کے برابر بھی اپنے کو نہ سمجھتے تھے ان تمام تحقیقات و تدقیقات کے بعد مجتہد صاحب وہی بولی بولتے ہیں جو شیعوں کے لئے ہر مشکل کی سپر ہے فرماتے ہیں،

وهذا كله بعد اغضاء البصر من احتمال التقية في ذلك الحديث

یہ سب باتیں بعد اس کے ہیں کہ اس حدیث میں احتمال تقیہ سے آنکھ بند کر لی جائے۔

تقیہ کی مجتہد صاحب نے ایک ہی کہی تقیہ کیلئے کوئی موقع محل ہوتا ہے یا ہر جگہ موقع بے موقع تقیہ ہو جاتا ہے اگر موقع محل کی ضرورت ہوتی ہے تو بتائیے اس حدیث میں کون موقع تھا، پھر یہ بتائیے کہ امام کو کیا کسی نے اسی خاص عنوان کے ساتھ اتنی طویل عبارت میں آیات قرآنیہ کا حوالہ دے دیکر مہاجرین کے فضائل بیان کرنے پر مجبور کیا تھا ہرگز یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اگر کوئی خوف دربیش تھا اور خواہ مخواہ مہاجرین کی تعریف کرنی ہی تھی تو اسکے لئے اور بہت سے عنوان ہو سکتے تھے آیات قرآنیہ کے حوالے کی کیا ضرورت تھی پھر اس سے بھی قطع نظر کیجئے امام جعفر صادق کیلئے تو تقیہ کی ممانعت آپ کی احادیث میں مروی ہے پھر انکی احادیث میں تقیہ کیا، ناظرین نے مجتہد صاحب کے جواب کی کیفیت ملاحظہ فرمائی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسے خرافات کسی عاقل کی زبان سے نکل سکتے ہیں حضرات شیعہ جواب دینے کے لئے بہت مستعد رہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھ سکتے کہ اس قسم کے واہی تباہی جوابوں سے سکوت ہزار درجہ بہتر ہے۔

شیعوں کی عجیب کیفیت ہے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ قرآن سے فیصلہ کر لو قرآن پر ہمارا بھی ایمان ہے اور تم بھی اس پر ایمان کا دعوی کرتے ہو تو کسی طرح راضی نہیں ہوتے کبھی تحریف قرآن کا عذر پیش کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ قرآن کو ہم نہیں سمجھ سکتے غرض حدیثوں کی طرف جھکتے ہیں اس کو بھی ہم منظور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو تم ہماری دو ہزار حدیثوں سے بھی الزام دو اور انکا جواب ہم سے لو مگر براہ انصاف ہمیں بھی اس کا موقع دو کہ ہم ایک ہی حدیث تمہارے یہاں کی پیش کریں اور تم اس کا جواب دو اس کو بھی منظور نہیں کرتے اور جب کبھی کوئی موقع

ایسا پیش آجاتا ہے کہ مجبوراً کچھ نہ کچھ اپنی حدیث کا جواب دینا ہی پڑتا ہے تو ایسے خرافات و مزخرفات لکھ دیتے ہیں کہ جن کے دیکھنے سے طبیعت متنفر ہو اور ایسے جواب دینے والے کو ناقابل خطاب سمجھ کر چھوڑ دیا جائے چنانچہ کافی کی اسی حدیث کا جو جواب مجتہد صاحب نے دیا نمونہ کیلئے کافی ہے، اس کے بعد ہی مجتہد صاحب کو اپنی ایک دوسری حدیث کا بھی جواب دینا پڑا ہے وہ جواب بھی قابل دید ہے یہ حدیث شیعوں کی بہت سی معتبر کتابوں میں منقول ہے خلاصہ مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ غزوہ احزاب میں خندق کھودتے وقت ایک سخت پتھر نکل آیا جو کسی طرح نہ ٹوٹتا تھا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کلنگ لے کر اس پتھر پر ضرب لگائی پہلی ضرب میں ایک ٹکڑا اس پتھر کا ٹوٹا اور عجیب روشنی نکلی حضرت نے فرمایا اللہ اکبر شام کی کنجیاں مجھے ملیں پھر دوسری ضرب میں ایسا ہی ہوا اور آپ نے فرمایا یمن کی کنجیاں میرے ہاتھ میں آگئیں تیسری ضرب میں وہ پتھر بالکل ٹوٹ گیا اور ویسی ہی روشنی نکلی حضرت نے فرمایا ملک فارس میرے قبضہ میں آگیا۔

اہلسنت کا استدلال اس حدیث سے اس طرح ہے کہ یمن و ملک شام و ملک فارس حضرت کے زمانہ میں مفتوح نہیں ہوا بلکہ خلفائے ثلثہ نے فتح کیا اور انھیں کے قبضہ میں آیا پس اس حدیث میں جو حضرت نے ان ممالک کا اپنے قبضہ میں آنا بیان فرمایا ہے اس کے صادق ہونے کی سوا اس کے کوئی صورت نہیں کہ خلفائے ثلثہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق اور جانشین تھے اس لئے ان کا قبضہ بعینہٖ حضرت کا قبضہ تھا مجتہد صاحب نے اسکے جواب میں جو خرافات لکھے ہیں

ان کے لیے ازالۃ الغین دیکھنا چاہیے

(۳) شیعوں کے اصول پر تو زمانہ مستقبل میں کبھی اہلبیت سے ناپاکی کا دور ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ اللہ کا ارادہ یہ ہے، ممکن ہے کہ بعد اس ارادے کے اللہ کو بدا ہو گیا ہو اور رائے بدل گئی ہو جس طرح اور بہت سے مواقع میں ہوا بعد امام جعفر صادق کے اس نے اسمٰعیل کے امام بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر چند روز کے بعد اس کی رائے بدل گئی اور ارادہ فسخ ہو گیا،

اس آیت کی تقریر حضرت مولانا الشیخ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھی ہے جو مع ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

عبارت تحفہ متعلق آیہ تطہیر

ومنها قولہ تعالیٰ
انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا
گویند مفسرین اجماع کردہ اند کہ ایں آیت در حق علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام نازل شدہ ودلالت می کند بر عصمت ایشاں بتاکید تمام وغیر المعصوم لایکون اماما درینجا

منجملہ دلائل شیعہ کے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے
انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا
شیعہ کہتے ہیں کہ مفسرین نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ یہ آیت علی و فاطمہ و حسن وحسین علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی اور ان کے معصوم ہونے پر بتاکید تمام دلالت کرتی ہے اور غیر معصوم امام نہیں ہو سکتا

ہمہ مقدمات ہمہ مخدوش اند اول
اجماع مفسرین بر این امر ممنوع ابن
ابی حاتم از ابن عباس روایت
می کند کہ انہا نزلت فی نساء النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وابن جریر از عکرمہ
روایت می کند انہ کان ینادی
فی السوق ان قولہ انما یرید
اللہ لیذھب الآیۃ نزلت
فی نساء النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وظاہر از ملاحظہ سیاق وسباق
آیہ ہم ہمیں است زیراکہ از ابتداء
یا نساء النبی لستن کاحد من
النساء تا قولہ واطعن اللہ بلکہ تا
والحکمۃ خطاب بازواج مطہرات
است وامر ونہی بالیشان واقع
می شود پس در اثنائے کلام حال
دیگراں مذکور کردن بے تنبیہ بر انقطاع
کلام سابق وافتتاح کلام جدید مخالف
روش بلاغت است کہ کلام اللہ را

(پس معلوم ہوا کہ یہی لوگ امام ہیں) اس
دلیل کے تمام مقدمات مخدوش ہیں اول
تو مفسرین کا اجماع اس بات پر ممنوع
ہے (دیکھو) ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس
سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ازواج
نبی صلعم کے حق میں نازل ہوئی ہے اور
ابن جریر عکرمہ سے روایت کرتے
ہیں کہ بازاروں میں چرچا ہوتا تھا کہ یہ آیت
ازواج نبی صلعم کے حق میں نازل ہوئی ہے
اس آیت کے آگے پیچھے کی آیتوں کے
دیکھنے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ
یا نساء النبی لستن کاحد من النساء
سے لیکر واطعن اللہ بلکہ والحکمۃ
تک ازواج مطہرات ہی سے خطاب ہے
اور جو کچھ اس آیت میں امر ونہی ہے وہ
وہ انھیں ازواج مطہرات کے متعلق ہے
(اور اگر کوئی شیعہ کہے کہ ہاں اس سے پہلے
اور پیچھے تو خطاب ازواج ہی سے ہے
مگر درمیان میں استثناء ان چار حضرات کے

ازاں پاک باید دانست واضافت
بیوت ازواج دریں قول کہ بیوتکن
نیز دلالت دارد برآنکہ مراد از اہلبیت
دریں آیہ ایشانند چہ بیت حضرت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیر بیوتی کہ
ازواج دارد باشند نمی تواند شد ملا
عبد اللہ گفتہ کہ جمعیت بیوت در بیوتکن
وافراد بیت در اہل بیت دال است
برآنکہ بیوت ایشاں غیر بیت نبوت
است واگر ایشاں اہل بیت نبی می بودند
واذکرن ما یتلی فی بیتکن واقع می شد
انتہی کلامہ بانصاف باید دید کہ چہ
حرف بے مغز است زیراکہ افراد
بیت در اہل البیت کہ اسم جنس است
واطلاق او بر قلیل وکثیر جائز باعتبار
اضافت بیت بہ آنحضرت است کہ
ہمہ بیوت ازواج باعتبار ایں اضافت
یک خانہ است وجمعیت بیوت در بیوتکن
باعتبار اضافت بیوت بازواج است

متعلق ہے تو اس سے کہہ دیا جائے کہ
ایک کلام کے درمیان میں بغیر اس بات کے
بتائے ہوئے کہ کلام سابق ختم ہوگیا اور
اب نیا کلام شروع ہوتا ہے دوسروں کا
حال بیان کرنے لگنا بہ روش بلاغت کے مخالف ہے
وبکلام عقلا سخت معیوب ہے دیکھو سعدی
فرماتے ہیں ؎ سخن را سر است اے
خداوند دیں ۔ میاور سخن درمیاں سخن ؛ خدا
کے کلام کو اس عیب سے پاک یقین کرنا
چاہئے اور آگے پیچھے کی آیتوں میں دو جگہ
بیوتکن کی لفظ میں بیوت کو ازواج کی
ضمیر کی طرف مضاف کرنا بھی اسی امر پر دلالت
کرتا ہے کہ اہلبیت سے یہی ازواج مطہرات
مراد ہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کا مکان سوائے ازواج مطہرات کے مکانات
کے دوسرا نہیں ہو سکتا ملا عبد اللہ شیعی عالم
نے کہا ہے کہ بیوتکن میں بیت کو جمع لانا اور
لفظ اہلبیت میں بیت کو مفرد لانا بتا رہا ہے
اس بات کو کہ ازواج مطہرات کے مکانات

کہ اینجا متعدد اند و آنچہ ملائے
مذکور گفتہ کہ لا یحسن ان یقع
بین المعطوف والمعطوف علیہ
فاصل وان طال چنانچہ درین
آیہ کریمہ واقع شدہ قل اطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول فان تولوا فانما
علیہ ما حمل ثم قال بعد
تمام ہذہ الآیۃ واقیموا
الصلوۃ واتوا الزکوۃ قال
قال المفسرون واقیموا الصلوۃ
عطف علی اطیعوا انتہی کلامہ
ہیچ تر از کلام سابق اوست زیرا کہ
وقوع فصل بین المعطوف والمعطوف
علیہ بامر اجنبی من حیث الاعراب
کہ تعلق بصنعت نحاۃ دارد بلا شبہ
جائز است لیکن بجا ضرر ندارد
زیرا کہ در ما نحن فیہ اجنبیت ومغایرت
باعتبار موارد آیات لاحقہ وسابقہ
لازم می آید ومنافی بلاغت اینست

اور ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا
مکان اور ہے اگر ازواج مطہرات اہلبیت
ہوتیں تو اس آیت میں واذکرن ما یتلی
فی بیتکن واقع ہوتا (نہ فی بیوتکن) یہاں تک
ملا عبد اللہ کا کلام تھا، اب نظر انصاف سے
دیکھنا چاہئے کہ یہ کیسی بے مغز بات ہے ملا عبد اللہ نے
اتنا بھی نہ سمجھا کہ) لفظ بیت (جو) اہلبیت
میں رہے، چونکہ اسم جنس ہے اور اسم جنس کا
اطلاق قلیل وکثیر پر جائز ہے) لہذا بوجہ اسکے
کہ آنحضرت کی طرف مضاف کی گئی مفرد آئی
ہے کیونکہ ازواج کے تمام گھر باعتبار اس
اضافت کے ایک گھر کے حکم میں) ہیں اور
بیوتکن) میں لفظ بیت اس وجہ سے جمع آئی ہے
کہ وہاں اضافت اسکی ازواج کی طرف ہے
اور وہ بہت تھیں اور ملائے مذکور نے جو یہ
کہا ہے کہ یہ امر روش بلاغت سے بعید نہیں ہے
کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کوئی چیز
فاصل آجائے گو وہ فاصل طویل ہو جس طرح
کہ اس آیت کریمہ میں ہے قل اطیعوا اللہ

نزاں وآنچہ از بعضے مفسرین نقل کردہ
واقیموا الصلوٰۃ معطوف بر اطیعوا
الرسول است صریح الفساد است
زیرا کہ بعد از اقیموا الصلوٰۃ باز لفظ
واطیعوا الرسول واقع است پس
عطف شئے علی نفسہ لازم خواہد آمد
وازیں پوچ تر کلامے دیگر گفتہ
است کہ مضحک صبیان کافیہ
خواں میتواند شد می گوید کہ بین
الآیات مغائرت انشائی و
خبریت چہ آیہ تطہیر کہ جملہ ندائیہ
وخبریہ است وما قبل وما بعد او
کہ امر ونہی است انشائیہ وعطف
انشائیہ بر خبریہ نمی آید ممنوع است
اول در آیہ تطہیر حرف عطف کجا
ست بلکہ تعلیل است برائے امر
باطاعت فی قولہ واطعن اللہ
ورسولہ انشائیہ را علل بخبریہ کردن
در تمام قرآن واحادیث وکلام بلغاء

واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ
ما حمل پھر اس آیت کے تمام ہونے کے
بعد فرمایا واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ
مفسرین نے کہا ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ کا عطف
اطیعوا پر ہے (پس دیکھو) اقیموا اور اطیعوا
کے درمیان میں فان تولوا آکر فاصل آگیا
یہانتک ملا کا کلام تھا یہ کلام ایکے پہلے
کلام سے بھی زیادہ کمزور ہے اس وجہ سے کہ
معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان میں کسی
ایسے فاصل کا آجانا جو صرف (یا) باعتبار اعراب
کے اجنبی ہو اور باعتبار مضمون کے اجنبی نہو)
جائز ہے کیونکہ اعراب کی اجنبیت فن نحو سے
تعلق رکھتی ہے اصل معنی پر اس کا کچھ اثر نہیں
پڑتا) مگر یہاں مضر نہیں ہے اس واسطے کہ
ہماری اس بحث میں (فاصل کی) اجنبیت
اور مغائرت باعتبار مضمون آیات لاحقہ اور
سابقہ کے لازم آتی ہے نہ صرف باعتبار
اعراب کے اور بلاغت کلام کے منافی ایسی اجنبی کا
آجانا ہے جو باعتبار مضمون کے اجنبی ہو نہ ایسے

رائج و مشہور ست مثل اضرب زیدا
فانہ فاسق یا اعطنی یا غلام انما
اریدان اکرمک واگر عطف واذکرن
مراد دارد پس معطوف علیہ اوداطعن
وقرن و دیگر اوامر سابقہ اند نہ انما
ازیں جا عربیت دانی علمائے
ایشاں تواں فہمید و باوصف
ایں قصور بین کہ در نحو و صرف
دارند می خواہند کہ در تفسیر کلام اللہ
دست انداز شدند مگر موشے بخواب
اندر شتر شد و ایراد صیغہ مذکر در
عنکم بملاحظہ لفظ اہل است وقاعدہ
عرب است کہ چوں چیزے را
کہ فی الحقیقت مونث باشد
بلفظ مذکر ملاحظہ نمایند و خواہند
کہ باں لفظ ازو تعبیر کنند صیغ تذکیر
درحق آں مونث استعمال کنند
مثل قولہ تعجبین من امر اللہ خطابا بسارہ علیہا
السلام اتعجبین من امر اللہ

اجنبی کا آجانا جو صرف باعتبار اعراب کے اجنبی
ہو پھر ملا نے جو بعض مفسرین سے نقل کیا ہے کہ
اقیموا الصلوٰۃ اطیعوا الرسول پر معطوف ہے
یہ بھی ایک لغوبات ہے اقیموا الصلوٰۃ کے بعد لفظ اطیعوا الرسول
واقع ہے پس شے کا عطف اپنے ہی اوپر
لازم آویگا اور اس سے زیادہ لغوبات ملا عبد اللہ
نے ایک اور کہی ہے کہ اس پر کافیہ خواں لڑکے
بھی ہنسیں گے کہتا ہے کہ آیہ تطہیر کے آگے
پیچھے کی، آیتوں کے درمیان انشائی و
خبری مغائرت ہے کیونکہ آیہ تطہیر جملہ ندائیہ اور
خبریہ ہے اور ما قبل و ما بعد اس آیت کا امر و
نہی ہے انشائیہ ہے اور انشائیہ کا عطف خبریہ پر نہیں
ہوتا اس بات کو ہم نہیں مانتے اول تو آیت تطہیر
میں حرف عطف کہاں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا قول
واطعن اللہ و رسولہ میں جو اطاعت کا حکم دیا گیا
ہے آیت تطہیر میں اسکی وجہ بیان کی گئی ہے اور
جملہ انشائیہ کی دلیل میں جملہ خبریہ کا لانا تمام قرآن و
احادیث اور بلغا کے کلام میں مشہور و رائج ہے
مثلاً اضرب زیدا انہ فاسق یا اعطنی

رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم
اہل البیت انہ حمید مجید
وانچہ در ترمذی و دیگر صحاح مروی
ست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم این چہار کس را نیز در کساۓ
گرفت و دعا فرمود کہ اللّٰھم
ھٰؤلاء اہل بیتی فاذھب
عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا
وام سلمہ گفت کہ مرا نیز شریک
بکن فرمود کہ انت علی خیر و
انت علی مکانک دلیل صریح
ست برآنکہ نزول آیت در حق
ازواج بود و آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم این چہار کس را نیز بدعاۓ
خود درین وعدہ داخل ساخت و
اگر نزول آیۃ در حق اینہا می بود و
حاجت بدعا چہ بود و آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم چرا تحصیل حاصل
می فرمود ولہذا ام سلمہ را درین

یاغلام انما ارید ان اکرمک اور
اگر ملا نے واذکرن کا عطف مراد لیا ہے
معطوف علیہ اسکا واطعن وقرن امر کے صیغہ ہیں
نہ انما اسی جگہ سے شیعی علماء کی عربی دانی کو سمجھ
لینا چاہیے اور باوجود ایسی سخت ناقابلیت
کے چاہتے ہیں کہ کلام اللہ کے تفسیر میں دست
اندازی کریں یہ ایسا ہی ہے کہ ایک چوہے نے
خواب دیکھا کہ میں اونٹ ہوگیا ہوں اور صیغہ
مذکر عنکم میں لانا لفظ اہل کی رعایت سے ہے
اور اہل عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کو
کہ فی الحقیقت مونث ہوتی ہے مذکر کے صیغہ
ملاحظہ کرتے ہیں اور چاہیں کہ اسی لفظ سے
اسے تعبیر کریں تو مذکر کا صیغہ اس مونث
کے حق میں استعمال کرتے ہیں مثل اللہ
برتر کے قول کے جس میں حضرت سارہ
سے خطاب کیا گیا ہے۔ اتعجبین من
امر اللہ رحمتہ اللہ وبرکاتہ علیکم
اہل البیت انہ حمید مجید باقی رہا
جو ترمذی اور دوسری صحیح حدیثوں میں مروی ہے

دعا شریک نکردہ در حق ادایں دعا
را تحصیل حاصل دانست و محققین اہلسنت
برانند کہ ہر چند ایں آیہ در مخاطبہ ازواج
واقع است اما بحکم العبرة بعموم اللفظ
لا بخصوص السبب جمیع اہلبیت دریں
بشارت داخل اند و جناب پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کہ ایں دعا در حق چہار کس
موصوف فرمود نظر بخصوص سبب
بود و نیز قرائن خصوصیت بازواج
از سابق ولاحق کلام دریافتہ ترسید
کہ مبادا خاص بازواج باشد و
لہذا در روایت صحیح بیہقی مثل
ایں معاملہ با حضرت عباس و
پسران او نیز ثابت ست و دعای
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں
بود کہ جمیع اقارب خود را در لفظ
اہل البیت کہ در خطاب الٰہی
وارد شدہ داخل سازند مانند
آنکہ پادشاہ کریم یکے از مصاحبان

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چار
آدمیوں (یعنی علی فاطمہ حسن وحسین رضی اللہ
عنہم) کو بھی اپنی کملی میں داخل کیا اور دعا
فرمائی اللھم ھؤلاء اھل بیتی
فاذھب عنھم الرجس وطھرھم
تطھیرا یعنی اے اللہ یہ بھی میرے اہلبیت
ہیں، پس ان سے بھی ناپاکی کو دور کردے
اور انکو خوب پاک کردے تو حضرت ام المومنین
ام سلمہ نے کہا کہ مجھ کو شریک کر لیجیے رسولخدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت علی خیر و
انت علی مکانک یعنی تم اس سے بہتر
حالت میں ہو اور اپنے مرتبہ پر ہو، یہ حدیث
صاف بتاری ہے کہ اس آیت کا نزول ازواج
مطہرات کے حق میں تھا اور حضرت نے
ان چار شخصوں کو بھی بذریعہ دعا اس وعدہ
میں داخل کیا اور اگر اس آیت کا نزول
(حضرت علی وفاطمہ وحسن حسین رضی اللہ عنہم)
کے حق میں ہوتا تو حضرت کو دعا کرنے کی
کیا حاجت تھی اور جو بات حاصل تھی اسکے

خودرا بفرماید کہ اہل خانہ خود را
حاضر کن تا خلعت وہم نوازش
فرمایم ایں مصاحب عالی ہمت
ہمہ متوسلان خود را گوید کہ
اینہا اہل خانۂ من اند تا در
خلعت و نوازش بادشاہی
ہر ہمہ را نصیبے باشد اخرج
البیہقی عن ابی اسید الساعدی
قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم للعباس
بن عبد المطلب یا ابا
الفضل لا ترم منزلك
انت و بنوك غدا حتی
اتیکم فان لی فیکم
حاجة فانتظروه حتی
جاء بعد ما اضحی فدخل
علیہم وقال السلام علیکم
فقالوا وعلیك السلام ورحمة اللہ
وبرکاتہ قال کیف اصبحتم

حاصل کرنے میں آپ کیوں کوشش فرماتے
اسی لئے ام المومنین ام سلمہ کو اس دعا میں
شریک نہ فرمایا کیونکہ انکے حق میں اس دعا
کو تحصیل حاصل سمجھا محققین اہل سنت اس
طرف ہیں کہ گو یہ آیت تمام ازواج مطہرات
کے خطاب میں ہے لیکن بحکم العبرة لعموم
اللفظ لا لخصوص السبب یعنی اعتبار عموم
لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا تمام اہلبیت
اس بشارت میں داخل ہیں اور جناب
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا چار شخصوں
کے واسطے مانگی اس کا کوئی خاص سبب ہے
نیز آنحضرت آگے پیچھے کی آیتوں میں ازواج
مطہرات کے ساتھ خصوصیت کے قرینے دیکھ کر
ڈرے کہ مبادا یہ وعدہ ازواج مطہرات سے
خاص ہو اسی وجہ سے بیہقی کی صحیح روایت
میں ایسا ہی معاملہ حضرت عباس اور انکے
صاحبزادوں کے ساتھ بھی ثابت ہے
دعا یہی تھا کہ اہل بیت کی لفظ میں جو کہ خطاب
الٰہی وارد ہوا ہے اپنے تمام عزیزوں کو

قالوا اصبحنا بخیر نحمد
اللہ فقال لهم تقاربوا
فزحف بعضهم الی
بعض حتی اذا امکنوه
اشتمل علیهم بملائة
ثم قال یارب هذا
عمی صنو ابی وهؤلاء
اهل بیتی استرهم
من النار کستری ایاهم
بملاءتی هذه قال فامنت
اسکفة الباب وحوائط
البیت وقالت آمین آمین
وابن ماجه نیز این حدیث را
مختصر روایت کرده اند ومحدثین
دیگر این قصه را بطرق متعدده
در اعلام النبوت روایت کرده
اند وآخر ملا عبداللہ گفته
که مراد از بیت بیت نبوت ست
و اہل بیت لعو شک نیست

داخل فرمادیں اس کی ایسی مثال ہے کہ
ایک بادشاہ کریم اپنے مصاحبوں میں سے
کسی مصاحب سے کہے کہ میرے پاس اپنے
گھروالوں کو حاضر کرتا کہ میں انھیں خلعت
دوں اور ان پر نوازش کروں یہ مصاحب
عالی ہمت اپنے تمام اعزہ واقربا واحبا کو
دربار شاہی میں لائے اور کہے کہ یہ میرے
سب اہل خانہ ہیں اور اس وجہ سے کہ
بادشاہی خلعت ونوازش سے سب لوگ
بہرہ مند ہوں. بیہقی نے ابی اسید ساعدی سے
نقل کرکے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم
نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے فرمایا
کہ اے ابوالفضل کل میں جبتک تمہارے پاس
نہ آؤں اسوقت تک تم اور تمہارے لڑکے اپنے
گھر سے باہر نہ جائیں تم سے مجھے کچھ ضرورت ہے
پس حضرت عباس نے مع صاحبزادوں کے رسولخدا
کا انتظار کیا یہانتک کہ رسولخدا صلعم دوسرے روز
بعد چاشت کے انکے پاس تشریف لائے فرمایا السلام علیکم
حضرت عباس اور انکے صاحبزادوں نے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ

که شامل ازواج بلکه خادمان واما ازواج
که مسکنے در بیت داشته باشند
نیز هست اما معنی لغوی باین
وسعت باتفاق مراد نیست
پس مراد ازینها خمسه آل عبا
باشند که در حدیث کساء تخصیص
ایشان کرده انتهے کلامه نیز از
قبیل سخنان گذشته اوست
زیراکه اگر معنے لغوی باین وسعت
مراد باشد محذوری که لازم
می آید همان عموم عصمت است
که نزد شیعه ازین آیه ثابت
می شود چون اهلسنت در فهم
عصمت ازین آیه باشیعه
اتفاق ندارند معتقد عصمت
در حق خمسه آل عبا وازواج
مطهرات نیز نیستند پس در نفی
این عموم چه اتفاق خواهند کرد
که رفته دامنه الی [illegible]

پھر رسولخدا نے فرمایا کہ تم لوگوں نے کیونکر صبح
کی تو حضرت عباس نے کہا صبح ہماری بخیریت
ہوئی ہم لوگ اللہ کا شکر کرتے ہیں پھر حضرت نے
انسے فرمایا کہ سب لوگ پاس بیٹھ جاؤ چنانچہ
سب لوگ سرک سرک کر قریب ہو گئے جب وہ
لوگ برابر ہو گئے تو آپ نے اپنی چادر میں ان کو
لے لیا اور دعا کی اے میرے پروردگار یہ میرے
چچا اور میرے والد کے ہمسر اور میری اہلبیت ہیں
ان کو آگ سے محفوظ رکھ جس طرح کہ میں نے ان کو
چادر سے انکو پوشیدہ کر لیا ہے اس دعا پر دروازہ کے
سائبان اور گھر کی دیواروں نے آمین کہی اور
آواز آنے لگی آمین آمین اور ابن ماجہ نے بھی
اس حدیث کو مختصر روایت کیا ہے اور دوسرے
محدثین نے اس قصہ کو متعدد سندوں سے علامات
نبوت میں روایت کیا ہے کہ مراد بیت سے
بیت نبوت ہے اور لفظ اہلبیت بلاشک
از روے لغت بیبیوں بلکہ بیبیوں کے لونڈی
غلاموں کو جو اس گھر میں رہتے ہوں شامل
ہے مگر معنی لغوی اس وسعت کے ساتھ

کردہ نست و نیز اراده معنی لغوی
بایں وسعت اگر مراد نه باشد
ازاں جہت نخواہد بود کہ قرائن
دال از آیات سابقه ولاحقه
تعین مراد می کنند و نیز عقل
ہم تخصیص می نماید ایں لفظ را
در عرف بہ کسانی کہ در خانه
سکونت دارند نه بقصد انتقال
و بہ تحول و تبدل و در آنہا عادة
جاری نباشد مثل ازواج
و اولاد نہ خدمتگاراں و
کنیزکان و غلاماں کہ عرضه
تبدل و تحول اند بانتقال
از ملکے بملکے و اعتاق و ہبه
و بیع و اجاره و تخصیص بکسا و
قصه دلالت بر تخصیص ایں
چند کس باہل بیت بودن نمیکرد
کہ فائده دیگر دریں تخصیص ظاہر
نمی شود و دریجا فائده اش

بالاتفاق مراد نہیں ہیں پس مراد اہلبیت سے
یہی خمسہ آل عبا ہونگے جن کی تخصیص حدیث
کساء نے کردی ہے فقط اس کا یہ کلام بھی
مثل اس کی گذشتہ باتوں کے ہے کیونکہ اگر
معنی لغوی اس وسعت کے ساتھ مراد ہوں تو
بھی خرابی لازم آتی ہے کہ شیعوں کے نزدیک
عصمت جو اس آیت سے ثابت ہوتی ہے عام
ہو جائے گی مگر چونکہ اہلسنت اس آیت سے
عصمت کا مضمون سمجھنے میں سنیوں کے
ساتھ متفق نہیں ہیں اور خمسہ آل عبا بلکہ ازواج
مطہرات کو بھی معصوم نہیں سمجھتے پس وہ اس
معنی عام کے مراد ہونے میں کیوں شیعوں کے
ساتھ متفق ہو کر خدا کی وسیع رحمت کو تنگ
کرنے لگے نیز اگر معنی لغوی اس وسعت کے
ساتھ مراد ہوں گے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ
آگے پیچھے کی آیتوں کے قرائن تعین مراد
کرتی ہیں نیز عقل بھی تخصیص کرتی ہے کہ یہ لفظ
عرف میں انھیں لوگوں پر بولنا چاہیے جو
گھر میں رہتے ہوں اور وہاں سے چلے جانے کا

دفع مظنہ بودن ایں اشخاص در
اہل بیت است نظر باں کہ
مخاطب ازواج اند فقط وعجب
آنست کہ باتفاق اہل اسلام
چہ شیعہ وچہ اہل سنت در
تعظیم ازواج آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم لفظ مطہرات میگویند
چنانچہ در کلام قاضی نور اللہ
شوستری وملا عبد اللہ مشہدی
ودیگر علماے ایشاں ہزار
جا دیدہ شد وایں لقب
ظاہر است کہ از آیت تطہیر
ماخوذ است ولفظ ازواج مطہرات
بیشک وبے دغدغہ بر زبان
مصنفاں ایشاں جاری می شود و
اگر کسے گوید کہ آیہ تطہیر مشعر بہ
تطہیر ازواج است رگ گردن
برداشتہ بہ بحث وجدال
می آویزند العیاذ باللہ دوم آنکہ

قصد نزر کھتے ہوں اور عادۃ ان میں تحول
وتبدل جاری ہو مثل اولاد وازواج کے
بخلاف خدمتگاروں اور لونڈی غلاموں کے
کہ انمیں تحول وتبدل ہوتا رہتا ہے ایک کی
ملک سے نکل کر دوسرے ملک میں جاتے ہیں
آزاد کیے جاتے ہیں بیع کیے جاتے ہیں
اجارہ میں دیئے جاتے ہیں اور حدیث کساء
خاص انھیں لوگوں کے اہلبیت ہونے پر
اسوقت دلالت کرتی جبکہ اس تخصیص میں
اور کوئی فائدہ نہوتا حالانکہ اس کا فائدہ
یہ ہے کہ یہ گمان دفع ہوجائے کہ یہ لوگ
اہلبیت نہیں ہیں بخیال اسکے کہ مخاطب
صرف ازواج ہیں تعجب یہ ہے کہ باتفاق
تمام اہل اسلام کے کیا شیعہ کیا سنی لفظ
مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ازواج کے ساتھ بولا جاتا ہے جیسا کہ
قاضی نور اللہ شوستری اور ملا عبد اللہ مشہدی
اور انکے دوسرے علماء کے کلام میں ہزاروں
جگہ دیکھا گیا اور ظاہر ہے کہ یہ لقب آیہ تطہیر

دلالت ایں آیہ بر عصمۃ مبنی بر چند بحث است یکے آنکہ کلمہ لیذہب عنکم الرجس در ترکیب نحوی چہ محل دارد مفعول لہ برائے یرید ست یا مفعول بہ دیگر آنکہ معنے اہل بیت چہ چیز است وازرجس چہ ارادہ نمودہ اند ودریں ہر سہ مقام گفتگو بسیار است۔ کہ در تفاسیر مبسوطہ باید دید و بعد اللتیا والتی اگر لیذہب مفعول بہ است واہل بیت نیز منحصر در ہمیں چہار کس و مراد از رجس مطلق گناہ باز ہم دلالت ایں آیۃ بر عصمت مسلم نیست بلکہ بر عدم عصمت دلالت دارد زیراکہ چیزے پاک شد ودرائمی تواں گفت کہ می خواہم کہ پاک کنیم غایۃ مافی الباب محفوظ بودن ایں

سے لیا گیا ہو اور لفظ ازواج مطہرات بے شبہ اور بے تامل ان کے مصنفوں کی زبان پر جاری ہے لیکن اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ آیت تطہیر ازواج کی پاکی کو ظاہر کر رہی ہے تو شیعہ گردن کی رگیں پھلا کر لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں معاذ اللہ دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت کا عصمت پر دلالت کرنا ہی چند بحثوں پر موقوف ہے اول یہ کہ کلمہ لیذہب عنکم الرجس ترکیب نحوی میں کس موقع پر آیا ہے آیا یرید کا مفعول لہ ہے یا کہ مفعول بہ دوسرے یہ کہ اہلبیت کے معنی کیا ہیں اور رجس سے کیا مراد ہے ان تینوں باتوں میں بہت گفتگو ہے بڑی بڑی تفسیروں میں دیکھنا چاہئے اور بعد ان تمام باتوں کے اگر لیذہب مفعول بہ ہو اور اہلبیت بھی انھیں چار شخصوں میں منحصر ہوں اور رجس سے بھی مراد مطلق گناہ ہو تب بھی اس آیت کی دلالت عصمت پر مسلم نہیں ہے کیونکہ جو چیز پاک ہوتی ہے اسکو نہیں کہہ سکتے کہ ہم اسکو

اشخاص چند بعد از تعلق ایں ارادہ
از رجس وگناہ ثابت می شود
لیکن آنہم بر اصول اہلسنت
نہ بر اصول شیعہ زیراکہ وقوع
مراد الٰہی لازم در ارادہ او نیست
نزد ایشاں بسا چیزہا کہ حق تعالیٰ
ارادہ می فرماید و شیطان و بنی آدم
واقع شدن نمی دہند چنانچہ در
الہیات گذشت بالجملہ اگر افادہ
معنی عصمت منظور می بود میفرمود
ان اللہ اذہب عنکم الرجس
اہل البیت وطہرکم تطہیرا
وایں امر ظاہر است اغبیاہم ایں
را می فہمند چہ جائے اذکیا و
نیز اگر ایں کلمہ مفید عصمت می شد
بایستی کہ ہمہ صحابہؓ علی الخصوص
حاضران جنگ بدر قاطبۃً معصوم
می شدند زیراکہ در حق ایشاں
بتغرلق فرمودہ اند قولہ تعالیٰ

پاک کرنا چاہتے ہیں انتہائی بات یہ ہے
کہ بعد تعلق اس ارادہ کے ان چند اشخاص
کا رجس وگناہ سے محفوظ ہونا ثابت ہوگا
لیکن وہ بھی اصول اہلسنت پر نہ اصول
شیعہ پر کیونکہ ان کے نزدیک مراد الٰہی کا
واقع ہو جانا ارادہ میں ضروری نہیں بہت
چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ حق تعالیٰ ان کا
ارادہ کرتا ہے مگر شیطان اور بنی آدم اسکو
واقع ہونے نہیں دیتے چنانچہ الٰہیات
میں گزر چکا خلاصہ یہ کہ اگر مضمون عصمت
کا ادا کرنا مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ
یوں فرماتا ان اللہ اذہب عنکم
الرجس (یعنی خدا نے تم سے ناپاکی دور
کر دی) اہل البیت وطہرکم تطہیرا ایسی
کھلی ہوئی بات ہے کہ غبی لوگ بھی
اس کو سمجھ سکتے ہیں چہ جائیکہ عقلاء نیز اگر یہ
کلمہ مفید عصمت ہوتا تو چاہئے کہ تمام صحابہ
خصوصاً حاضران جنگ بدر قطعاً معصوم ہوجاتے
کیونکہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے

ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم ولعلکم تشکرون وقولہ تعالیٰ ویذہب عنکم رجس الشیطان وظاہر است کہ اتمام نعمت درحق صحابہ عنایت زائد بہ نسبت آں دو لفظ و ادل بر عصمت زیرا کہ تمام نعمت بدوں حفظ از معاصی و از شر شیطان متصور نیست، وخصوصیاتے در لفظ تطہیر و اذہاب رجس بطریق احتمال راہ می یافت دریں جا ھباء منثورا گشت، سیوم آنکہ غیر المعصوم لایکون اماما مقدمہ ایست باطل و ممنوع وکتاب و اقوال عترت تکذیب آں می فرمایند سلمنا لیکن ازیں دلیل صحت امامت حضرت امیر ثابت شد اما آنکہ امام بلافصل او بود پس از کجا جائز است کہ یکے از سبطین امام باشد بلقاعدہ لاقائل بہ تمسک کردن دلیل

کئی جگہ فرمایا ہے لکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم ولعلکم تشکر[ون] اور نیز فرمایا ویذہب عنکم رجس الشیطان اور یہ بات ظاہر ہے کہ صحا[بہ] کے حق میں نعمت کے پورا کرنے کا عن[ایت] بہ نسبت ان دونوں لفظوں کے زائد ہے اور عصمت پر زیادہ دلالت کرتا ہے کیونک[ہ] نعمت کا پورا کرنا بغیر گناہوں سے اور شیطا[ن] کے شر سے محفوظ رکھنے کے ممکن نہیں اور ج[و] خصوصیتیں کہ لفظ تطہیر اور اذہاب رجس میں بطور احتمال ہو سکتی تھیں وہ سب بیا[ن] کافور ہو گئیں تیسری بات یہ ہے کہ شیعوں کا یہ کہنا کہ غیر معصوم امام نہیں ہوتا ایک غلط اور ممنوع بات ہے قرآن و اقوال عترت اسکی تکذیب کرتے ہیں اور ہم تسلیم بھی کر لیں کہ تو اس سے جناب امیر کا صرف امام برحق ہونا ثابت ہو جائے گا مگر امام بلافصل ہونا کہاں سے ثابت ہوگا جائز ہے کہ امام بلافصل حسنین میں سے کوئی ہو اور یہ کہنا

عجز است اذا المعترض لا مذهب له . . . .

کہ اس کا کوئی قائل نہیں عاجزی کی دلیل ہے کیونکہ معترض کا کوئی مذہب نہیں ہوتا

تحفہ کی عبارت ختم ہوگئی دیکھئے کیسی متین اور پرزور عبارت ہے کیا ممکن ہے کہ کوئی منصف اس عبارت کو دیکھ کر پھر زبان سے یہ بیہودہ لفظ نکالے کہ آیت تطہیر سے عصمت و امامت مفروضہ ائمہ کرام کی ثابت ہوتی ہے مگر دیکھئے کہ شیعوں کے سلطان العلماء مولوی سید محمد صاحب مجتہد اس متین عبارت کے جواب میں کیا گہر افشانی فرماتے ہیں لکھتے ہیں۔

اقول تحریر استدلال باین آیہ علی وجہ الاختصار برین نہج ست کہ بنا بر روایات مستفیضہ بلکہ متواترہ بالمعنی کہ در کتب فریقین مزبور گردیدہ و ہم بنا بر اقوال جمہور مفسرین اہلسنت آیہ مذکورہ در شان حضرت امیر و فاطمہ و حسن حسین نازل شدہ و مراد از ازالہ رجس ارادہ است کہ علت تامہ وقوع مراد باشد و عند وجود العلۃ یجب وجود المعلول زیرا کہ مطلق ارادہ کہ مستتبع وقوع مراد نباشد در حق سائر مکلفین متحقق است پس اختصاص باہل بیت و انحصار کہ مقتضائے

میں کہتا ہوں کہ شیعوں کے استدلال کی تقریر اس آیت سے مختصر طور پر اس طرح ہو کر بربنائے روایات مستفیضہ بلکہ متواترہ جو فریقین کی کتابوں میں درج ہیں اور بربنائے اقوال جمہور مفسرین اہلسنت آیہ مذکورہ حضرت امیر و فاطمہ حسن و حسین کی شان میں نازل ہوئی ہے اور مراد رجس کے دور کرنے کے ارادہ سے وہ ارادہ ہے جو علت تامہ وقوع مراد کا ہو اور بوقت پائے جانے علت کے وجود معلول کا ضروری ہوجاتا ہے کیونکہ مطلق ارادہ جس سے وقوع مراد لازم نہ آئے تمام مکلفین کے حق میں پایا جاتا ہے

لفظ انماست لغو باشد ونیز آیہ در
محل مدح اہلبیت وارد شدہ
اتفاقاً وارادہ غیر مستتبع فعل مستلزم
مدح نیست کما لا یخفی ونیز بنا بر
بعضے از اخبار نزول آیہ بعد
دعائے پیغمبر خدا باذہاب رجس
از اہلبیت است نہ ارادہ آں
فقط پس لامحالہ متضمن اجابۃ
دعائے آنجناب باشد فتعین
وقوع ازالۃ الرجس ومراد از
رجس ذنب است کما اقربہ الرازی
وغیرہ من علمائہم ونیز ارادہ بمعنی
دیگر از رجس صحیح نمی تواند شد کما
مستطلع علیہ پس اہلبیت معصوم و
افضل باشند وغیر المعصوم و
کذا المفضول لایستحق الامامۃ فثبت
ان کل معصوم امام لان الموجبۃ
الکلیۃ لاتنعکس کنفسہا وحضرت
امیر علیہ السلام ادعائے امامت

پس خصوصیت اہلبیت کی اور انحصار
جو مقتضا لفظ انما کا ہے لغو ہوجائیگا
نیز یہ آیت بالاتفاق مقام تعریف اہلبیت
میں ہے اور وہ ارادہ جو مستلزم فعل کو ہو مفید
مدح نہیں ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اور
نیز موافق بعض احادیث کے نزول اس
آیت کا بعد اسکے ہوا کہ پیغمبر نے اہلبیت
سے رجس کے دور کرنے کی دعا مانگی نہ
صرف ارادہ کی پس لامحالہ یہ آیت آنجناب
کی دعا کی مقبول ہونے کو متضمن ہوگی پس
ثابت ہوگیا وقوع زوال رجس کا اور مراد
رجس سے گناہ ہے جیسا کہ رازی وغیرہ
علمائے اہلسنت نے اس کا اقرار کیا ہے
اور نیز کسی دوسرے معنی کا رجس سے ارادہ
کرنا صحیح نہیں ہوسکتا جیسا کہ عنقریب تم کو
معلوم ہوگا پس اہلبیت معصوم اور افضل
ہوئے اور غیر معصوم اور اسی طرح مفضول
مستحق امامت نہیں ہوتا پس ثابت ہوگیا
کہ ہر امام معصوم ہوتا ہے نہ یہ کہ ہر معصوم امام

برائے خود کردہ چنانچہ بتواتر منقول گشتہ واز اخبار سقیفہ وغیرہ از کتب سنیاں ظاہر می شود و باقی اہلبیت تصدیق آنجناب کردند فثبت کونہ اماما لان المعصومین مبرؤن عن الخطاء۔

ہوتا ہے کیونکہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں ہوتا اور حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے لئے دعویٰ امامت کا کیا جیسا کہ بتواتر منقول ہے اور سقیفہ وغیرہ کی خبروں سے جو سنیوں کی کتابوں میں ہیں ظاہر ہوتا ہے پس آنجناب کا امام ہونا ثابت ہوگیا کیونکہ معصومین خطا سے بری ہوتے ہیں۔

یہ انھیں مجتہد صاحب کی عبارت ہے جن کو شیعہ سلطان العلمار کہتے ہیں اور غالباً یہ خطاب سلطنت کی طرف سے ملا تھا اور شیعوں کے امام والامقام مولوی حامد حسین صاحب ان کو امام ہمام کے لقب سے یاد کرتے ہیں بس اس حساب سے وہ شیعوں کے امام نہیں بلکہ امام الائمہ ہوئے مگر قدرت خدا دیکھئے کہ اس بارہ سطر کی عبارت میں کم سے کم بیس پچیس غلطیاں انھوں نے کی ہیں اور غلطیاں بھی ایسی فاش اور ناروا جو نہ صرف ان کے علم وفضل بلکہ ان کی دیانت اور امانت پر بھی خطرناک حملہ کرتی ہیں نا واقف اور جاہل شیعہ تو خوش ہوں گے کہ مجتہد صاحب نے بڑا تیر مارا اور تحفہ اثنا عشریہ کے باب الامامت کا جواب لکھ کر تمام شیعوں کے زخمی دلوں پر مرہم رکھ دیا مگر اہل نظر جانتے ہیں کہ یہ جواب کس پایہ کا ہے اگر اسی کا نام جواب ہے تو حضرات انبیا ورسل علیہم الصلوۃ والسلام

کے مقابلہ میں کفار نابہنجار کے مقالات فاسدہ بدرجہ اولٰی جواب کے ساتھ موسوم ہونے چاہئیں،

مجتہد صاحب نے جس قدر غلطیاں ان چند سطروں میں کی ہیں اگر سب پر بالتفصیل بحث کی جائے تو بہت طول ہوگا لہٰذا چند ضروری الاظہار اغلاط کے بیان پر اکتفا کی جاتی ہے۔

(۱) مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت کا جناب امیر وسیدہ وحسنین رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہونا فریقین کی مستفیض بلکہ متواتر روایتوں میں وارد ہوا ہے حالانکہ اہلسنت کے روایات کا ماحصل یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہو چکی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے تطہیر کی دعا مانگی اور ان کو بھی اہلبیت کہا یہ مضمون اہلسنت کی کسی روایت میں نہیں ہے کہ یہ آیت ان حضرات کی شان میں نازل ہوئی پھر لطف یہ ہے کہ جن روایتوں کا ماحصل میں نے بیان کیا وہ روایتیں بھی متواتر نہیں ہیں۔

(۲) مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ اہلسنت کے جمہور مفسرین اس امر کے قائل ہیں کہ یہ آیت حضرات مذکورین کے حق میں نازل ہوئی یہ بھی صریح کذب یا ناواقفی ہے اہلسنت کا کوئی معتبر مفسر اس کا قائل نہیں ہے اہلسنت کے یہاں جب کوئی روایت صحیح ہی اس مضمون کی نہیں ہے تو کوئی مفسر قائل کیونکر ہوسکتا ہے ہاں مفسرین نے وہ روایتیں نقل کی ہیں جن کا ماحصل میں نے بیان کیا تو اس سے ان روایتوں کا قائل ہونا بھی لازم نہیں آتا ناقل ہونا اور چیز ہے قائل ہونا اور چیز ہے۔

(۳) مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ ارادہ ازالۂ رجس سے وہ ارادہ مراد ہے جو علت تامہ ہو۔ یہ بھی غلط اور بے اصل ہے کوئی قرینہ اس مراد کا نہیں ہے۔

(۴) مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ ارادہ تطہیر کی تخصیص اہلبیت کے ساتھ کی گئی ہے۔ یہ مجتہد صاحب کی سخافت نظر ہے ارادہ تطہیر کی تخصیص اہلبیت کے ساتھ نہیں کی گئی بلکہ ارادہ کی تخصیص تطہیر کے ساتھ کی گئی ہے مطلب آیت کا یہ نہیں ہے کہ اے اہلبیت اللہ تمہارے سوا کسی اور کو پاک کرنا نہیں چاہتا اگر یہ مطلب ہوتا تو اس کے لئے کوئی حرف تخصیص کا لفظ اہلبیت کے ساتھ ہوتا۔ مجتہد صاحب یہ قرآنی مطالب ہیں کافی ومن لایحضرہ کے مطالب نہیں کہ جو چاہا کہہ گئے۔

(۵) مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ مطلق ارادۂ تطہیر حق سبحانہ تعالیٰ کا تمام مکلفین کے ساتھ متعلق ہے یہ مجتہد صاحب کی اعلیٰ درجہ کی خام خیالی بلکہ ابلہ فریبی ہے مطلق ارادہ تطہیر کا تمام مکلفین کے ساتھ متعلق ہونا نہ اہلسنت کے نزدیک صحیح ہے نہ شیعوں کے نزدیک صحیح ہوسکتا ہے اہلسنت کے نزدیک تو ازالہ رجس وتطہیر سے مراد مغفرت ذنوب ہے اور عام مکلفین کی مغفرت ذنوب کے ساتھ ارادۂ الٰہی ہرگز متعلق نہیں ہے خود قرآن شاہد ہے ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء یعنی جسے چاہے گا اس کے گناہ بخشدیگا اور شیعوں کے نزدیک ازالۂ رجس وتطہیر سے عطائے عصمت مراد ہے تو کیا خدا کا ارادہ تمام مکلفین کو معصوم بنا دینے کا ہے مجتہد صاحب نے یہ بات بہت نفیس کہی کیوں نہو آخر مجتہد تھے نائب امام تھے۔

(۶) مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت مدح اہلبیت کے موقع میں ہے غلط بالکل غلط یہ آیت ہرگز مدح کے موقعہ نہیں ہے بلکہ نصیحت کے موقع میں ہے آگے پیچھے کی آیتوں میں مسلسل ازواج مطہرات کو نصیحت کی گئی ہے درمیان میں یہ جملہ محض اس لئے ارشاد ہوا ہے کہ منصوح ناصح کو اپنا شفیق و محب سمجھے اور اس کی نصیحت کو سراسر اپنے لئے مفید خیال کرکے نصیحت سے خوب متاثر ہو۔

(۷) مجتہد صاحب یہ فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ بعد دعا کے یہ آیت نازل ہوئی یہ بھی سخت ابلہ فریبی ہے کسی صحیح حدیث میں یہ مضمون نہیں ہے اب مجتہد صاحب کے حمایتی کوئی صحیح حدیث اس مضمون کی نقل کردیں۔

(۸) مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ غیر معصوم یا مفضول مستحق امامت نہیں ہوتا اس کی کوئی دلیل مجتہد صاحب نے نہ یہاں ذکر کی نہ اس سے پہلے یہ بات محض لغو اور باطل ہے۔

(۹) مجتہد صاحب فرماتے ہیں معصومین خطا سے بری ہوتے ہیں معلوم نہیں کس دھن میں مجتہد صاحب سے یہ کلام سرزد ہوا ہے جناب امیر علیہ السلام تو علی ما فی نہج البلاغت فرماتے ہیں کہ انی لست فوق ان اخطی یعنی میں اس سے بری نہیں ہوں کہ خطا کر جاؤں پھر خطا سے خطائے عمد مراد ہے یا خطائے اجتہادی، خطائے اجتہادی سے معصوم کا بری ہونا، مجتہد صاحب نے کہاں سے ثابت کیا۔

سب سے بڑی بات جو استدلال اہل تشیع کی جان ہے یہ ہے کہ ازالہ رجس وتطہیر سے مراد عطائے عصمت ہے اس کا کچھ ذکر ہی مجتہد صاحب نے نہ کیا ادھر ادھر کی واہی تباہی باتیں بہت سی لکھ گئے مگر اصل کام کی بات کو بالکل پی گئے جتنی باتیں اس سے پہلے مجتہد صاحب نے لکھی ہیں اگر ہم ان کو تسلیم بھی کرلیں (کتسلیم الخرافات) یہ بھی مان لیں کہ یہ آیت انھیں چار حضرات کے حق میں نازل ہوئی یہ بھی مان لیں کہ ارادہ تطہیر انھیں چار کے ساتھ مخصوص ہے یہ بھی مان لیں کہ آیت بعد دعا کے نازل ہوئی تب بھی شیعوں کا کیا فائدہ ہوگا تا وقتیکہ یہ نہ ثابت کریں کہ ازالہ رجس وتطہیر سے عطائے عصمت مراد ہے اہلسنت کہتے ہیں کہ کہ ازالۂ رجس وتطہیر سے مغفرت ذنوب مقصود ہے،

تلک عشرۃ کاملۃ

یہ تھا نمونہ ان فحش اغلاط کا جو اس تھوڑی سی عبارت میں جناب اجتہاد مآب سے ظاہر ہوئیں اب اس کے بعد جو جو درفشانی آپ نے فرمائی ہے وہ اور بھی زیادہ لطیف ہے،

(۱) مجتہد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اجماع سے مراد شیعہ سنی کا اتفاق ہے یعنی جونکہ شیعہ اور کچھ سنی اس آیت کے پنجتن پاک کے حق نازل ہونے کے قائل ہیں اس لئے ہم نے اس شان نزول کو اجماعی لکھ دیا یہ معنے اجماع کے جو مجتہد صاحب نے ارشاد فرمائے ہیں عجیب وغریب ہیں

آپ تو اہلسنت پر حجت قائم کرنے کے لئے اس شان نزول کو اجماعی کہہ رہے ہیں لہذا یہ معنی اجماع کے کتب اہلسنت میں دکھا دیجئے۔

(۲) قرآن میں جو حضرت ابراہیمؑ کی بی بی کو اہلبیت کہا گیا ہے اس کا جواب مجتہد صاحب یہ دیتے ہیں کہ واد خال حضرت سارہ در قولہ تعالیٰ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت نہ از حیثیت زوجیت حضرت ابراہیم ست بلکہ چوں بنت خالہ یا بنت عم آنجناب علی اختلاف الروایات بودہ اند داخل اہلبیت بودہ باشند، ناظرین اس لطیف جواب کو بغور دیکھیں اور مجتہد صاحب کے حامیوں سے پوچھیں کہ اگر اہلبیت ہونے کی یہی وجہ ہے کہ وہ خالہ یا چچا کی بیٹی تھیں تو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خالہ زاد بھائی بہن اہلبیت میں کیوں داخل نہیں سمجھے جاتے اور حضرات شیعہ ان کو کیوں اہلبیت سے خارج سمجھتے ہیں مجتہد صاحب خود بھی اپنے دل میں اس جواب کی لغویت سمجھتے ہوں گے اسی لئے جواب کے بعد ایک جواب اور بھی آپ دیتے ہیں جو اس سے بھی زیادہ لطیف ہے فرماتے ہیں "ومعہذا قرابت معنویہ کہ مناط فوز باہل بیت و در اندراج در زمرہ اہل بیت ست نیز بتحقق بودہ" حاصل اس جواب کا یہ ہوا کہ حضرت سارہ کو چونکہ حضرت ابراہیم سے قرابت معنوی بھی حاصل تھی یعنی مومنہ تھیں اس لئے ان کو اہلبیت کہا گیا یہ جواب تو بہت عمدہ ہے مگر ذرا شیعہ صاحبان اس جواب کے نتائج پر غور فرمائیں تو بڑی عنایت ہوگی اس جواب کا نتیجہ یہ ہے کہ امت محمدیہ کے جتنے لوگ باایمان ہیں سب اہلبیت میں داخل ہو جائیں گے عام اس سے کہ ان کو کوئی نسبی قرابت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو یا نہ حاصل ہو کیونکہ قرابت معنوی

تمام مسلمانوں کو آپ سے حاصل ہے۔

(۳) مجتہد صاحب لکھتے ہیں کہ اگر ازواج مراد ہوں تو مطلب آیت کا

خبط ہوا جاتا ہے کیونکہ ازواج معصوم نہ تھیں۔

افسوس مجتہد صاحب خدا نے کیا کہہ رہے ہیں اس آیت سے عصمت کا

مستفاد ہونا انھوں نے کہاں سے ثابت کیا اصل بات ثابت کرنے کی

یہی تھی کہ اذہاب رجس سے مراد عطائے عصمت ہے جس کا نام تک مجتہد

صاحب نے نہیں لیا۔

(۴) مجتہد صاحب نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ بعد نزول آیت کے دعا

مانگنا بالکل لغو معلوم ہوتا ہے محتاج تاویل ہو گا پس جب مجتہد صاحب

خود اس کا اقرار کرتے ہیں تو اب کیا بات باقی رہی اور استدلال میں

کیا جان رہ گئی رہا ان کا یہ دعویٰ کہ سنیوں کی بعض روایات سے دعا کا

قبل نزول ہونا ثابت ہے محض زبانی لفاظی ہے کسی روایت سے وہ

اس مضمون کو ثابت نہیں کر سکتے۔

مجتہد صاحب کی دلیری تو دیکھئے فرماتے ہیں کہ ہم نے اس مضمون

کی روایتیں نقل کی ہیں کیا کوئی شیعہ بتا سکتا ہے کہ وہ روایتیں بوارق میں

کہاں ہیں؛

(۵) مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ آیت حق ازواج میں ہو تو جو

دعا تطہیر کی آپ نے آل عبا کے لئے مانگی تھی لغو ہو جائے گی، کیونکہ

اس کی قبولیت کا ذکر قرآن میں ضرور ہے گا۔

سبحان اللہ یہ عجیب وغریب فقرہ مجتہد صاحب نے تراشا اور عجیب لطیفہ ایجاد کیا ہر دعائے نبی کے اثر قبولیت کا قرآن میں مذکور ہونا انھوں نے کس دلیل سے ثابت کیا کیا مجتہد صاحب اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں کہ جس قدر دعائیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں سب کی قبولیت قرآن میں مذکور ہے۔

(۶) مجتہد صاحب لکھتے ہیں کہ آیات قرآنی کی ترتیب شیعوں پر حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ ترتیب حضرت عثمان نے اپنے رائے سے دی ہے عبارت مجتہد صاحب کی یہ ہے "اگر ہمیں ترتیب در طرح محفوظ ثابت شود و ترتیب قرآنی از تغیر عثمانی محفوظ باشد قابل استناد می تواند شد و چوں حضرت ثالث بالخیر مصاحف بسیار را احراق فرمودہ حسب رائے خود ترتیب دادہ باشند بر ما حجت نمی تواند شد، شیعوں کو چاہیے کہ مجتہد صاحب کی اس عبارت کو غور سے دیکھیں اور یقین کر لیں کہ تحریف قرآن کا عقیدہ شیعوں کے یہاں ضروریات دین ومذہب سے ہے کوئی کام ان کا نہیں ٹھیک ہو سکتا جبتک تحریف قرآن کا عذر پیش نہ کریں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ خرابی ترتیب کے نتائج کمی بیشی کے نتائج سے کچھ کم خراب ہیں ہرگز نہیں بلکہ جس طرح کمی بیشی کے باعث قرآن کا کوئی حرف قابل اعتبار نہیں رہتا اسی طرح خرابی ترتیب کے سبب سے

بھی قرآن دائرۂ اعتبار سے خارج ہوا جاتا ہے جیسا کہ ہم حصہ اول میں لکھ چکے ہیں۔

(۷) مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ ازالۂ نجاست میں یہ بات ضروری نہیں ہے کہ جس چیز سے ازالۂ نجاست کی جائے وہ چیز پہلے نجس ہو ورنہ لازم آئے گا کہ ازواج نجس ہوں نیز اہل عرب بولتے ہیں کہ اذھب اللہ عنك المرض حالانکہ وہ شخص مریض نہیں ہوتا۔

مجتہد صاحب اتنا تو سمجھتے نہیں کہ ازالۂ رجس سے کیا مراد ہے اور خواہ مخواہ اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں ارے جناب ازالۂ رجس سے مراد مغفرت ذنوب وعفو خطا ہے پس ہم ازواج کے لئے اگر یہ بات تسلیم کر لیں کہ ان میں کچھ ذنوب تھے تو کیا خرابی ہے کیونکہ ہم عصمت خاصہ انبیا سمجھتے ہیں اور کسی دوسرے کو مثل نبی نہیں جانتے،

رہا عرب کا قول جب تک مجتہد صاحب اس کو مع السند اہل عرب سے نقل نہ کریں ہرگز قابل التفات نہیں ہو سکتا۔

(۸) مجتہد صاحب نے بڑی کوشش وکاوش سے ایک روایت تفسیر ثعلبی سے نقل کی ہے کہ یہ آیت علی وفاطمہ وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی اور ایک روایت صواعق کی نقل کی ہے کہ اکثر مفسرین اس امر کے قائل ہیں کہ یہ آیت ان چار کے حق میں نازل ہوئی، افسوس مجتہد صاحب ہمارے مقابلہ میں آکر اصول مناظرہ سے بالکل نابلد ہو جاتے ہیں اور ناسمجھ بچوں کی طرح ادھر ادھر کی بے جوڑ باتیں کرنے لگتے ہیں اول تو تفسیر

ثعلبی نایاب دوسرے روایت بے سند علیٰ ہذا صواعق کی عبارت بھی بے سند کیوں جناب مجتہد صاحب آپ کو جب آپ کے علما کے اقوال سے الزام دیا جائے تو آپ بلا تامل کہہ دیں کہ یہ قول بے سند ہے نہ مانا جائے گا حضرت حیدریہ میں آپ نے اکثر یہ کارروائی کی پھر ہم ایسی بے سند روایت وعبارت کو کیونکر مان سکتے ہیں، خصوصاً اس حال میں کہ یہ روایت وعبارت روایات صحیحہ وسیاق آیات قرآنیہ کی مخالف ہو۔

جناب مجتہد صاحب خود جانتے ہیں کہ یہ روایات وعبارت خصم کے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں ہے مگر انصاف وحق پرستی سے انھوں نے کام نہ لیا۔

خلاصۃ الکلام وخاتمۃ المرام

بعونہ تعالیٰ اس تفسیر آیۂ تطہیر سے دس باتیں قطعی طور پر واضح ہو گئیں۔

(۱) آیۂ تطہیر میں لفظ اہل بیت سے مراد الٰہی ازواج مطہرات جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کی ہیں اور ان کے سوا دوسرا مراد ہو ہی نہیں سکتا۔

(۲) محاورہ قرآنی میں کسی کا اہلبیت سوا اس کی زوجہ کے کسی کو

نہیں کہا گیا اور کسی [۱] مقام پر لفظ اہلبیت بغیر کسی کی طرف مضاف کئے ہوئے مستعمل ہوا ہے تو وہاں بھی اس گھر کے رہنے والے ہی مراد ہیں نہ کوئی اور۔

(۳) لغت عرب میں بھی کسی شخص کا اہلبیت سوا اس کی زوجہ کے کسی کو نہیں کہتے،

(۴) مذکر کی ضمیریں جو آیہ تطہیر میں ہیں وہ ہرگز قرینہ اس بات کا نہیں بن سکتیں کہ اس آیت میں لفظ اہلبیت سے ازواج مطہرات مراد نہیں بلکہ کوئی اور مراد ہے،

(۵) قرآن مجید میں لفظ اہلبیت کے لئے ہر جگہ [۲] مذکر کے صیغے اور

---

[۱] مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے اور اور ان کی والدہ نے بخوف فرعون بتعلیم خداوندی ان کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالدیا اور وہ صندوق فرعون کی بی بی کے ہاتھ لگا اور انھوں نے حضرت موسیٰ کو اپنا فرزند بنایا اب دودھ پلانے والی کی تلاش ہوئی خدا نے حضرت موسیٰ کو ایسا کیا کہ انھوں نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا حضرت موسیٰ کی بہن بھی اجنبی بن کر وہاں پہنچیں فقالت هل ادلكم على اهل بيت يكفلونه لكم وهم له ناصحون فرددناه الى امه یعنی حضرت موسیٰ کی بہن نے کہا کہ ہم ایک ایسے اہلبیت کا پتہ بتلائیں جو تمھارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں وہ اس بچہ کے خیرخواہ ہونگے چنانچہ اس تدبیر سے ہم نے موسیٰ کو پھر ان کی ماں کی طرف واپس کیا اس آیت میں لفظ اہلبیت کسی خاص شخص کی طرف منسوب نہیں تو بھی اس گھر کی رہنے والی حضرت موسیٰ کی ماں مراد ہیں [۲] چنانچہ

(سورۂ قصص)

ضمیریں مستعمل ہوئی ہیں اور ان میں سے اکثر مقامات میں باتفاق فریقین سوا عورتوں کے کوئی مراد نہیں۔

(۶) روایات میں اہلبیت کا لفظ اگر حضرت علیؓ و فاطمہ و حسنینؓ رضی اللہ عنہم کے لئے وارد ہوا ہے تو حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم کے لئے بھی وارد ہوا ہے بلکہ بعض ایسے حضرات کیلئے جو کسی طرح کی بھی قرابت نسبی یا صہری یا رضاعی نہ رکھتے تھے یہی لفظ اہلبیت وارد ہوا ہے جیسے حضرت سلمان فارسی۔ لہذا معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کے علاوہ جن کو بھی اہلبیت فرمایا وہ پیار و محبت کے طور پر مجازاً فرمایا گیا ہے۔

(۷) اگر کچھ فرق حضرت سلمان کے اہلبیت ہونے میں اور اہل عبا کے اہل بیت ہونے میں نکل بھی سکے تو حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کے لئے وہ فرق بھی نہیں نکل سکتا، وہ اہل عبا بھی ہیں اور بالکل اسی طرح کی دعا بھی ان کے لئے ہے،

(۸) محققین اہلسنت کا یہی مذہب ہے کہ اہل بیت رسول حقیقۃً

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۳) حضرت ابراہیم کے قصہ میں جہاں حضرت سارہ کو اہلبیت فرمایا ہے وہاں بھی مذکر کی ضمیریں ہیں اور ابھی حاشیہ سابقہ میں حضرت موسیٰ کے قصہ کی آیت منقول ہوئی اس میں حضرت موسیٰ کی والدہ مراد ہیں اور ان کے لئے یکفلون صیغہ جمع مذکر اور ہم ضمیر جمع مذکر مستعمل ہوئی ہے ۱۲

ازواج مطہرات ہیں اور حضرت علی و فاطمہ وحسنین وحضرت عباس اوران کی اولاد رضی اللہ عنہم بدعائے رسول اس فضیلت میں شامل کیے گئے ہیں۔

(۹) ازواج مطہرات کے لئے قرآن کریم گواہی دے رہا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی اور اس کے زینت کی طالب نہ تھیں بلکہ اللہ ورسول ودار آخرت کی طالب تھیں وہ تمام ایمان والوں کی ماں ہیں ان سے ابدی طور پر بعد رسول کے کوئی نکاح نہیں کرسکتا وہ ہمیشہ ہمیش کیلئے رسول کی زوجہ ہیں۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے خدا نے یہ اختیار سلب کرلیا کہ وہ اپنی ازواج کو طلاق دیں ایک بے نظیر بات ہے ازواج مطہرات کے برابر کوئی عورت نہیں ہوسکتی۔

حضرت فاطمہ زہرا کو اگر زنان جنت کا سردار فرمایا گیا تو اسکا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنی روحانی ماؤں کی بھی سردار ہوں جس طرح حضرات حسنین کو جوانان جنت کا سردار فرمایا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حضرات خلفائے ثلثہ یا حضرت علی مرتضےٰ یا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سردار ہوجائیں، اس وجہ سے کہ جنت میں تو یہ سب حضرات جواں ہوں گے بلکہ ضرور ہے کہ حضرت فاطمہ کی سرداری سے امہات المومنین مستثنیٰ کی جائیں جس طرح حضرات حسنین کی سرداری سے یہ حضرات مستثنےٰ ہیں اس قسم کے عقلی استثنا محتاج ذکر نہیں ہوتے،

(۱۰) ان تمام تحقیقات کی بنیاد قرآن عظیم پر ہے لہذا نہ کوئی روایت ان کا معارضہ کر سکتی ہے نہ کسی کا قول۔ ھٰذا اٰخر الکلام والحمد للہ رب العالمین۔

ختم شد

U. L. Patna

تفسیر آیات مدح مہاجرین

جن میں قرآن مجید کی دس آیتوں کی صحیح تفسیر بیان کر کے قطعی طور پہ یہ بات ثابت کر دی گئی ہے کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والا صحابہ کرام خصوصاً حضرات مہاجرین کے افضل امت اور محبوب رب العزت ہونے میں کبھی شک نہیں کر سکتا۔

اسی کے ساتھ

تفسیر آیت دعوت اعراب اور تفسیر آیت رضوان بھی چھپ کر شائع ہو چکی ہیں تینوں کی مجموعی قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے ہے پہلی فرصت میں ہمارے کتب خانہ سے طلب فرمائیے۔

منیجر کتب خانہ صدیقیہ
صحبتیا باغ۔ لکھنؤ۔ ۳